دارالعلوم حقانیہ "اکوڑہ خٹک" کا علمی و دینی

ماھنامہ

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک (پشاور)

شہر شہر اور گاؤں میں
سب کے پاؤں میں
سروس
شوز
سروس
ہوائی چپل
جدید ترین اور دلکش ڈیزائنوں
میں
ہلکی پھلکی - آرام دہ - ارزاں
Servis

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش ۔ ۲

فون نمبر دار العلوم ۔ ۴

مدیر: سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ /۱۵ روپے ۔ فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

جلد نمبر : ۱۳
شمارہ نمبر : ۲

ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ
نومبر ۱۹۷۷ء

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان قومی اتحاد سے علیحدگی اور اس میں انتشار و افتراق کی کوششوں کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان کے غیور مسلمانوں نے تاریخ کی بے مثال قربانیوں کا مظاہرہ کر کے پاکستان قومی اتحاد کا اگر ساتھ دیا تھا تو ان کے پیش نظر صرف ایک جابر و ظالم حکمران کے طوق غلامی سے گلو خلاصی نہیں تھی، بلکہ وہ بعد از خرابی بسیار اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ اس ملک کے (جسکی تاسیس لا الٰہ الا اللہ کی حکمرانی کے نعروں پر ہوئی) تمام مسائل اور مشکلات کا حل صرف شریعت اسلامیہ کے نفاذ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے متعین کردہ نظام حیات کے نفاذ میں ہے۔ اسی جذبہ نے تحریک نظام مصطفیٰ کی شکل اختیار کی اور اس جذبہ نے قوم سے ایثار و ہمت اور قربانی کا وہ وہ مظاہرہ کروایا جس کی مثالیں برصغیر میں کم ملتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ قوم اپنی اس بیلائے مقصود سے ابھی ہمکنار نہیں ہوئی، اب جو رہنما قوم کے سیٹے پیٹے قافلہ کو راستہ ہی میں چھوڑ کر اپنی راہ و منزل الگ کر دینا چاہتے ہیں، اسے کسی طرح نہ تو عقلمندی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے نہ ملک و ملت سے وفاداری اور خیر خواہی سے، ایسا کرنا بلاشبہ قوم کی ان لاثانی قربانیوں کا منہ چڑانا ہوگا اور تاریخ ایسے لوگوں کو ہرگز برداشت نہیں کرے گی۔ پاکستان کا المیہ یہی نفاق، عہد شکنی، خود غرضی اور ہوس زر و اقتدار ہے جس نے اس ملک کو مسائلستان بنا رکھا ہے۔

—— بہر حال احتساب کا عمل انتخابات کے ساتھ ساتھ اس یوم موعود کو بھی دور کرتا جا رہا ہے جس کا قومی اتحاد کے مخلص رہنماؤں نے قوم سے وعدہ کیا تھا اور جس دن کے حسین تصورات نے قوم کے جیالوں کو جان کا نذرانہ پیش کرنے پر مجبور کیا۔ افسوس کہ صدیوں بعد ایک فضا بنی تھی ایک ماحول ایک جذبہ اور ایک ولولہ اسلامی نظام حیات کے لئے پیدا ہو گیا تھا۔ مگر اس قوم کی نیرنگیٔ تقدیر سے اس پر تاخیر و تعویق کے گہرے پردے چھا رہے ہیں۔ ہمارے موجودہ سربراہ جنرل ضیاء الحق صاحب کے دل میں اسلام کی تڑپ ہے تو انہیں احتساب کے ساتھ ساتھ ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھ کر اسلام کے اجراء و تنفیذ کو اولین اہمیت دینی چاہیے۔ ہماری معزز اسلامی مشاورتی کونسل (جس پر اب بحمد اللہ قوم کا اعتماد ہے) کو اپنا فریضہ صرف "سفارش" تک نہیں بلکہ سفارشات کو عملی جامہ پہنانے کی صورتیں نکالنی چاہئیں۔ قوم کی آس خدانخواستہ یاس میں نہ بدل جائے۔ اگر موجودہ کونسل اب بھی گھنٹوں اور دنوں کے حساب سے رقص و سرود جیسے صریح محرمات پر مشق سخن کرے اور ابھی معاملہ صرف عہد و پیمان کی تجدید تک محدود ہو تو اس ملک میں اسلام کے عملی نفاذ کی صورتیں آخر کب پیدا ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نئی انتظامیہ کو توفیق دے کہ وہ جلد از جلد اس حیران و سرگرداں قوم کو لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے نظام رشد و فلاح سے ہمکنار کر سکے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

از حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب :- قاضی عبدالحلیم کلاچی ۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ

درجات اور فرائض

دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی پرحکمت تقریر

> حسب سابق امسال بھی ۱۰ شوال سے دارالعلوم حقانیہ کا جدید داخلہ شروع ہوا۔ اور ۲۰ شوال تک پوری گہماگہمی کے ساتھ جاری رہا۔ ۲۵ شوال ۱۳۹۷ھ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے دارالحدیث کے وسیع ہال میں تعلیمی سال کا افتتاح فرماتے ہوئے بصیرت افروز پرمغز خطاب فرمایا۔ دارالحدیث کا ہال اساتذہ کرام اور طلباء عظام سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت مدظلہ کی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی تقریر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ تمام سامعین پورے سکون کے ساتھ ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ یہ تقریر راقم الحروف قاضی عبدالحلیم کلاچوی خادم حقانیہ نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کی ہے۔ امید ہے قارئین اسے دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

محترم بزرگو! اس افتتاح کو اللہ تبارک وتعالیٰ تمام وابستگان دارالعلوم اساتذہ عظام طلباء کرام اور تمام معاونین کے حق میں بابرکت بنا دے میں بوجہ بیماری کے تقریر کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ صرف خدا کی توفیق پر دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔

طلباء پر خدا کا احسان آپ پر اللہ جل جلالہ کا بہت فضل اور کرم ہے۔ فرشتے سیاحین تمام ملک میں رحمت کی تقسیم کیلئے پھرتے ہیں جہاں پر طلباء اور علوم دینیہ کا درس ہو وہاں پر یہ فرشتے آسمانوں تک قطار لگا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو رحمت ان طلباء پر آسمانوں سے برستی ہے۔ ہم بھی اس کے میزاب اس کے طریق اور اس کے راستہ میں بیٹھ جائیں۔

حق و باطل کی جنگ دنیا کا نظام ابتداء سے جو روانہ ہے مجموعہ تضاد ہے خیر اور شر حق اور باطل یہ دو نظام ہیں دو سلسلے ہیں دو زنجیریں ہیں جیسے ظلمت اور نور رات سیاہ ہے دن منور ہے۔ ابتداء عالم سے اسی طرح تقسیم ہے۔ اسی طرح حق اور باطل کا ٹکراؤ حق اور باطل کی موجودگی ابتداء عالم سے

ہے۔ یہ نظام اب بھی موجود ہے۔ حق کے مقابلہ میں باطل خیر کے مقابلہ میں شر

انسان دو قسم کے ہیں | انسانوں میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک نے سلسلۂ شر کو پکڑا ہوا ہے۔ سلسلۂ شر زنا، قتل بے دینی شرک ہے تو کوئی تو اسکی کڑی ہے، ہر شر یہ آدمی اپنی جگہ میں شرک کی کڑی مضبوط رکھتا ہے اور ایک انسان وہ ہے کہ جس نے سلسلۂ خیر کو اپنایا ہوا ہے۔ سلسلۂ خیر کی کڑیاں نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ہے اور بھی خیر کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ ہزارہا افراد خیر ہو سکتے ہیں۔

خیر کی افضل ترین کڑی | مگر خیر کے سلسلہ میں اور خیر کی تمام کڑیوں میں خیر کی بہترین کڑی تعلیم تعلم ہے۔ یہ تمام سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جہاد سے بھی افضل ہے۔ اس میں بحث ہے کہ جہاد افضل ہے یا علم امام ابوحنیفہؒ علم کو ترجیح دیتے ہیں۔ ترمذی میں اور حدیث کی دوسری کتب میں آپ پڑھیں گے خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تخصیص نہیں کرتے۔ فرمایا خیرکم یعنی جو بھی ہو جہاں بھی جس وقت بھی ہو جس زمانہ میں بھی ہو وہ بہترین ہے کہ جس کا مشغلہ قرآن مجید کا تعلیم و تعلم ہو قرآن مجید کا سیکھنا اور سکھانا ہو۔

علوم مدونہ کی تعلیم بھی قرآن کی خدمت ہے۔ | تم جتنے بھی یہاں علوم حاصل کرتے ہو وہ سب قرآن کی تعلیم ہے۔ اور اس حدیث کے مصداق ہو۔ اس لئے کہ صرف نحو وغیرہ بھی اس لئے تو پڑھا جاتا ہے۔ کہ قرآن مجید کا اعراب صحیح ہو منطق بھی قرآن کی خدمت ہے کہ منطق میں صغریٰ کبریٰ طرز دلیل سیکھ لو اور فلسفہ بھی سیکھ لو کہ قرآن مجید کے خلاف فلاسفۂ یونان نے جو کچھ کہا ہے ان کی خرافات کی تردید بھی علمی منطقی اور فلسفی انداز سے کر دو غرض یہ ہے کہ ان سب علوم کا پڑھنا قرآن کی خدمت ہے وہ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ میں داخل ہے۔

حضور اقدسؐ کی دعاء | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے۔ نضّر اللّٰہ امرأً سمع مقالتی فوعاها واداها کما سمعها اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تروتازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جس نے میرا مقالہ سنا اور یاد کر دیا۔ پھر یہ عام ہے کہ سینہ میں یاد کر دیا یا کتاب میں دونوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا شامل ہے۔ اس دعاء کا مصداق آپ کو اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ بنا دے۔ آمین۔

علماء کا مقام | بھائیو! خدا کا شکر کرو یہ دور تو فتنوں اور الحاد کا ہے۔ ہم طلباء کی معاشی زندگی متوسط عوام سے اچھی ہے۔ عوام صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سرپٹ دوڑتے ہیں اور بمشکل روٹی کماتے ہیں۔ اور جو علم اور حدیث کے شائقین ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تیار مطبخ دیا ہے

تیار روٹی اور سالن ملتا ہے۔ صرف یہ نہیں طلباء علماء محدث کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں ہے اور یہ تو طلباء علماء محدثین کا ظاہری مرتبہ ہے۔ اصل قدر و منزلت تو آخرت میں ہوگی۔

دیکھو امام بخاریؒ جس وقت وفات ہوئے ان کے قبر مبارک سے مشک و عنبر سے بھی بہترین خوشبو آنے لگی۔ لوگ مٹی لے جانے لگے۔ شام تک امام بخاریؒ کی قبر ایک گڑھا بن جاتی، چھ ماہ تک یہ کیفیت جاری رہی اس کے بعد امام بخاریؒ کے متعلقین نے یہ دعا کی کہ یا اللہ امام بخاریؒ کی اس کرامت کو مخفی فرما دیا جائے۔

تو یہ کیا ہے۔ یہ نضر اللہ امرأً والی دعا ہے۔ جو مقبول ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا یا اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما دے صحابہؓ نے دریافت کیا آپ کے خلفاء کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلفاء وہ لوگ ہیں جو حدیث پڑھیں اور لوگوں کو پڑھائیں۔

حدیث شریف میں علماء کا مقام | بخاری شریف میں آپ پڑھیں گے کہ العلماء ورثة الانبیاء یہ مقام طلباء اور علماء کا کتنا اونچا ہے۔ معمولی بات نہیں یہ وارث الانبیاء ہیں وراثت اس چیز میں چلتی ہے۔ جو مخصوص ہو اس کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص چیز کیا ہے وہ وحی ہے، متلو ہو یا غیر متلو جو قرآن میں اور کتب احادیث میں موجود ہے۔ بہرحال بہت بڑا انعام ہے۔ جو آپ کو ملا ہے۔

علماء کی ذمہ داری | اب میں اتنا عرض کروں گا کہ فضیلت کے لحاظ سے تو مقام بہت اونچا ہے۔ اب یہ صحیح طور پر آپ اس کے مصداق تب ہوں گے کہ تمام طرز و طریقہ نشست و برخاست کھانا پینا سونا جاگنا پیغمبر کی طرح ہو کیونکہ آپ وارث الانبیاء ہیں۔

اہل مکہ کی اصلاح | اہل مکہ کی حالت آپ کو معلوم ہے کہ کیا تھی مگر اصلاح اس طرح ہوئی کہ فرمایا اصحابی کالنجوم آسمان کے ستارے ہو گئے تو جب آپ لوگ انبیاء کے وارث ہیں تو آپ کا کام بھی لوگوں کی اصلاح کرنا ہوگا ——— نبی کے ورثاء کو ہر بات میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع کرنا ہوگا جنگ احد میں نبیؐ کے دانت مبارک شہید ہوئے تو آپ نے اصلاح یہ فرمائی کہ بجائے غصہ ہونے کے فرمایا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون - ہم کو تو کوئی گالی دے ہم پتھر اٹھاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین اصلاح کا نتیجہ تھا کہ یہ جو شرک کے بڑے ستون تھے۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو اسلام کے عظیم راہنما بن گئے ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ کی مقدس جماعت پیدا ہو گئی اور تمام دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا۔ یہ کابل اور پاکستان میرے خیال میں ابوداؤد شریف میں آجائے گا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتح ہوا ہے۔

صحابہؓ کا مقام | صحابہؓ کا مقام بہت بلند ہے۔ مکہ کے کفار سردار جمع ہو گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم آپ کی باتیں سننے کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن یہ شرم کی بات ہے کہ یہ دور دراز کے غریب لوگ یہ حبش کے رہنے والے یہ پھٹے پرانے کپڑوں والے لوگ بھی ہوں اور ہم بھی، ان کے لئے علیحدہ وقت مقرر ہو اور ہمارے لئے علیحدہ۔ یہ مطالبہ تھا سرداران مکہ کا

اللہ کی نظر میں صحابہؓ کی بہت بڑی شان ہے۔ جہاں صحابی کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے تو وہاں اللہ نے ان کی توصیف کی ہے۔ محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراھم رکعا سجدا الخ۔ دیکھو ذکر چھیڑا تو سارا رکوع تعریف میں لگا دیا صحابہؓ کی قربانیوں کے پیش نظر اللہ نے فرمایا کہ سرداران قریش کے مطالبہ کو ٹھکرا دو اور واصبر نفسك مع الذین یدعون ربہم بالغداة والعشی۔ جو لوگ صبح و شام اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی درسگاہ میں بیٹھ جاؤ بڑے لوگ اس درسگاہ میں ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو بیٹھ جائیں، نہیں بیٹھتے تو نہ بیٹھیں۔

امام بخاریؒ کی نظر میں علم کا مقام | امام بخاریؒ کا اللہ تعالیٰ درجہ بلند کر دے، بخارا کا امیر کہتا ہے میرے پاس تشریف لاؤ اور مجھے حدیث پڑھاؤ، امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا علم لوگوں کے دروازوں پہ نہیں جایا کرتا، لوگ علم کے دروازہ پر آتے ہیں، پھر کہا کہ میرا شہزادہ آپ کے پاس آئے گا مگر دوسرے طلباء کے علاوہ اس کو خصوصی وقت دو، آپ نے جواب میں فرمایا یہ رحمت خداوندی ہے اس میں تخصیص نہیں جب سبق شروع ہو جائے تو امیر و غریب تمام اس میں بلا امتیاز شریک ہو سکتے ہیں۔ آپ اور ہم کو بھی ان روایات کو باقی رکھنا ہوگا۔ تب وارث الانبیاء ہوں گے۔ آقا کے طرز پر چلیں گے کیونکہ ہم تو غلام ہیں سنت کی ایسی پیروی کرنی چاہئے کہ دیکھنے والا تعجب میں پڑے۔

جنید بغدادیؒ کا شوق سنت | حضرت جنید بغدادی مرض الوفات میں ہیں وضو بھی شاگرد کرا رہا ہے کہ خلال باقی رہ گیا۔ آپ کی انگلیاں کشادہ تھیں منضم نہ تھیں کہ خلال واجب ہو بلکہ خلال مستحب تھا لیکن فرمایا کہ میرا وضو دوبارہ کرا دو، شاگرد نے کہا کہ خلال تو مستحب ہے۔ فرمایا مستحب کے آداب کی وجہ سے تو اس مقام تک پہنچا ہوں اور اب اللہ سے ملنے والا ہوں۔ تو اگر اللہ پوچھے کہ مستحب کو آخر میں کیوں چھوڑا تو کیا جواب دوں گا۔

مسلمانی کا لیبل | ان لوگوں کا یہ حال تھا اور ہم تو بڑی سی بڑی چیز کا بھی لحاظ نہیں کرتے ہر دکان پر ایک بورڈ ہوتا ہے، یہ داڑھی بورڈ ہے مسلمانی کا۔ تو مسلمان کی مسلمانی کی نشانی داڑھی ہے کتابوں میں ہے کہ داڑھی کا منڈانا یا قبضہ سے کم قینچی کرنا دونوں کا ایک حکم ہے دونوں فاسق ہیں ——— پھر طلباء کو

تو خاص خیال رکھنا ہے۔ والدین نے آپ کو اپنی خدمت سے معاف کر دیا قوم قبیلہ چھڑا دیا۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ دین کے محافظ ہیں۔ الحاد زندقہ وغیرہ علمی فتنوں کا مقابلہ کریں گے۔ پرویز کے تبعین کا مقابلہ کریں گے کہ حدیث حجت ہے اگر آپ خود اسکی مخالفت کریں تو پرویز کہے گا کہ خود تو مانتا نہیں اور میرے اوپر منواتا ہے۔

اتباع سنت | اتباع سنت صرف نماز روزہ میں نہیں ہے، تمام زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا ہوگا۔ دنیا آج امام بخاریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی عزت اس لئے کرتی ہے کہ وہ حضورؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا تھے۔ دنیا حقیر چیز ہے اس کیلئے بھی محنت کرتے ہیں۔ تو اتباع سنت کیلئے تو بہت ہی کوشش کرنی ہوگی ورنہ دنیا کا تو یہ حال ہے کہ کل بھٹو کی قدر تھی، کل کہتا تھا کہ میری طرح دوسرا نہیں آج پابجولاں ہے۔

قارون کا انجام | دنیا تو قارون کی بہت زیادہ تھی، ابھی قاری صاحب نے تلاوت فرمائی کہ انہ لذو حظ عظیم۔ بڑی دولت تھی، لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض۔ زمین اس کو نگل گئی اور امام بخاریؒ نے اتباع سنت کیا، تو چھ ماہ تک قبر سے خوشبو آتی رہی، یہ حضورؐ کی یہ دعا ہے کہ نضر اللہ امرأ۔ جس نے بھی دین کی خدمت کی ہے، اللہ نے ہمیشہ اسے آباد رکھا ہے۔

ادب و احترام شیخ | بھائیو! اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے کیلئے ادب بہت ضروری ہے کتابوں کا اساتذہ کا مدرسہ کے خدام کا دل میں ادب و احترام رہے حصول علم وحصول فیض کے لئے ضروری ہے کہ یا تو استاد کے عاشق بن جاؤ یا استاد کے معشوق بن جاؤ۔ یا تم کسی کو اپنے دل میں جگہ دیدو یا کسی کے دل میں اپنی جگہ پیدا کر دو۔ اخلاص للہیت ادب و احترام میں اگر کمی ہوگی تو پھر کامیابی مشکل ہے۔

مدرسہ کی حقیر خدمات | اس میں شک نہیں کہ اس دارالعلوم کے ساتھ اور اسی طرح دیگر مدارس کے ساتھ حکومت کی کوئی امداد نہیں ہے۔ یہ خدا کے فضل اور عوام کے چندوں پر چلتے ہیں مدرسہ سے آپ کی جو حقیر خدمت ہو سکتی ہے، اس میں کوتاہی نہ کی جائے گی آپ کو یہ خیال کرنا ہوگا کہ یہ آپ کا اپنا ہی گھر ہے اور گھر میں انسان ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتا ہے، تو یہاں بھی آپ کو للہیت اخلاص حوصلہ سے کام لینا ہوگا۔ اور خدا نہ کرے اگر کوئی تکلیف آئے بھی تو خندہ پیشانی سے اسے قبول کرنا ہوگا۔

طلباء کی کثرت | آپ دیکھتے ہیں طلباء کثیر تعداد میں ہیں، اب کمروں میں گنجائش نہیں مساجد میں بھی جگہ نہیں اگر ممکن ہو اور مساجد میں کوئی گنجائش نکل سکے تو مساجد کے ساتھی، یہ قربانی برداشت کریں اور ساتھیوں کو جگہ دیں انشاء اللہ گنجائش بھی ہو جائے گی اور دیوثرون علی انفسہم۔ یہ بھی عمل ہوگا، ایثار

کا جذبہ بھی پیدا ہوگا، اور ایثار پھر طبیعت ثانیہ بن جائے گا۔ اور بعد میں پھر ایثار کرنے پر تکلیف بھی محسوس نہ ہوگی۔

طلباء کے ساتھ عظیم شفقت خدا کی قسم اگر میری بس میں ہوتا، میری طاقت ہوتی اور گنجائش نکل سکتی تو میں ایک کم سن طالب علم کو بھی جواب نہ دیتا، لیکن کیا کیا جائے وسائل محدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرمادے۔

وقت کا تقاضا خط و کتابت اور تجوید و قرآن اس دور میں بہت ضروری ہے آپ کتب کے ساتھ ساتھ یہ سلسلہ بھی قائم رکھیں، ایک طالب علم کابل سے آیا تو والد نے یا کسی اور نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو تو کہا از قابل آمدم۔ اس نے کہا کہ آپ کا امتحان ہوگیا۔ آپ کا علم معلوم ہوگیا علم شمارا از قاف قابل شناختم۔ آپ جب گھر جائیں گے تو نماز پڑھانی ہوگی، تقریر بھی کرنی ہوگی، تو ان چیزوں کا خصوصیت سے خیال رکھا جائے۔ قاری صاحب مدرسہ میں آپ کی خدمت کیلئے موجود ہے، آپ ان سے استفادہ حاصل کریں۔

آخری نصیحت بھائیو! ان چیزوں کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس بہت ضروری ہے۔ اخلاق ذمیمہ سے متنفر ہوجاؤ۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ تزکیہ ایک مستقل چیز ہے، قلب کے اوصاف ذمیمہ بدن کے افعال قبیحہ و ذمیمہ کو ختم کرنا یہ تزکیہ ہے قلب کی مثال برتن کی ہے اگر برتن میں گندگی ہو اور آپ اس میں شہد گھی بھی ڈال دیں تو پلید ہوجائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض طلباء معاذ اللہ دیوبند کے بھی قادیانی ہوگئے۔ ظرف جب پلید ہوتا ہے تو مظروف بھی پلید ہوجاتا ہے۔ حسد کبر بڑائی یہ تمام دل سے نکال دو۔ آپس میں خلوص محبت اور ہمدردی کے ساتھ رہو، جھگڑے جو ہوتے ہیں وہ زر زن زمین کے اشتراک کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ طلباء میں ان چیزوں کا اشتراک نہیں، پھر جھگڑنے کا کیا معنی ہے، چاہیے کہ ہم ایک دوسرے پر اپنے آپ کو قربان کریں۔

نماز کا خیال رکھو نماز کا پورا خیال رکھا جائے ہم پر حج زکوٰۃ نہیں ہے، اسلام کا یہی ایک عمل ہے۔ اور وہ نماز ہے۔ اگر یہ بھی معاذ اللہ ختم ہوجائے یا اس میں سستی آجائے تو پھر کیا باقی رہ گیا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مولانا محمد اجمل صاحب۔ اصلاحی
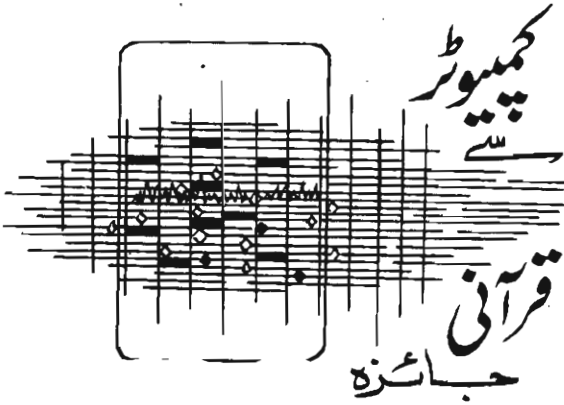
مصر کے ایک نوجوان ماہر کیمسٹری الیکٹرانی آلات کے ذریعہ اعداد و شمار کی روشنی میں قرآن مجید پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ ذیل میں اس انٹرویو کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جو پچھلے دنوں مشہور مصری مجلہ "آخر ساعۃ" میں شائع ہوا تھا۔ یہی انٹرویو بعد میں رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان "اخبار العالم الاسلامی" ۱۹ر جنوری ۷۶ ۱۹ء میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس دلچسپ انٹرویو میں محقق نے اپنی تحقیقات اور انکشافات کی جو داستان بیان کی ہے۔ وہ نہایت حیرت انگیز ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ اصحاب دونوں طبقوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔

"ادارہ"

نئی ریسرچ کیمسٹری کے مشہور نوجوان مصری ماہر ڈاکٹر ارشاد خلیفہ پانچ سال سے زائد عرصہ سے الیکٹرانی آلات کے ذریعہ قرآن کریم پر ریسرچ میں مصروف ہیں۔ اس سلسلہ میں جن نتائج تک ان کی رسائی ہوئی ہے، وہ انتہائی حیرت انگیز ہیں۔ ریسرچ میں الیکٹرانی آلات استعمال کرنے کی تیاری کے ساتھ قرآن مجید کی ہر سورہ کے ابجدی حروف کے اعداد و شمار فراہم کرنے کا عظیم الشان صبر آزما اور محنت طلب کام دو سال کی مدت میں انجام پایا۔

ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد و شمار کی ترتیب کے اعتبار سے ان کے نمبر نوٹ کئے۔ ہر سورہ کی آیتوں کو شمار کیا۔ اور ہر سورہ میں جو حروف آئے ہیں۔ ان میں سے ہر حرف کے مکررات کی مجموعی تعداد نوٹ کی اور ان ہزاروں لاکھوں اعداد کو کمپیوٹر کے حوالہ کر دیا۔ ان اعداد و شمار کی تیاری میں موصوف نے جتنی محنت، عرق ریزی اور دماغ سوزی سے کام کیا ہوگا۔ اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہ جاننا کافی ہوگا کہ قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں اور ڈاکٹر صاحب کو ہر ہر سورت میں ایک ایک حرف کو شمار کرنا پڑا۔

ڈاکٹر ارشاد خلیفہ نے اپنی تحقیقات کی ابتداء ان حروف کے مفہوم کا سراغ لگانے سے کی، جو قرآنِ مجید کی بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں ان حروف کے معانی کی تشریح و تفسیر میں جنہیں فواتح السور یا حروف مقطعات کہتے ہیں، ہمیشہ علماء کا اختلاف رہا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے۔ قرآن مجید ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے۔ ۸۶ سورتیں مکی ہیں اور ۲۸ سورتیں مدنی ہیں۔ ان سورتوں میں ۲۹ ایسی ہیں جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ حروف ایک سے پانچ تک کی تعداد میں آتے ہیں۔ مثلاً ق۔ ص۔ ن اور کہیعص۔

یہی حروف جو بظاہر کوئی مفہوم نہیں رکھتے اور اسی وجہ سے بعض حضرات نے ان کا نام حروف غامضہ رکھا ہے۔ الیکٹرانی آلات کے ذریعہ ان کے معانی معلوم کرنے کیلئے اس نوجوان مصری ماہر کیمسٹری کی تحقیقات کا نقطۂ آغاز تھے، ان تمام تحقیقات کے جو نتائج سامنے آتے ہیں، وہ قرآن کریم کے اعجاز کی مادی اور محسوس دلیل اور قطعی اور روشن ثبوت ہیں۔

ڈاکٹر ارشاد خلیفہ ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو "محافظۃ الغربیہ" میں سکونت پذیر ہیں۔ امریکہ میں اپنی تعلیم اور قیام کے دوران موصوف نے ایک امریکن خاتون سے شادی کی، جس نے انہی کے ہاتھ پر اسلام کا اعلان کیا۔ اس کا نام استغانی ہے۔ الیکٹرانی آلات کے ذریعہ قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق ڈاکٹر ارشاد کی تحقیقات و تجربات میں ان کی اہلیہ نے اہم رول ادا کیا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے خود فرمایا وہ نمبروں کو سناتیں۔ ان کے نتائج کے تجزیہ میں تعاون کرتیں اور ان تحقیقات کو جاری رکھنے کیلئے مسلسل ہمت افزائی کرتی رہتیں۔

آیت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا معجزہ الیکٹرانی آلات کے ذریعہ قرآنِ مجید کے مطالعہ کے دوران اپنی تحقیقات کے آخری نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"کمپیوٹر کے ذریعہ قرآنِ حکیم کی اولین آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے تجزیہ سے نہایت حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔ اس آیت کریمہ کے ابجدی حروف میں اس حقیقت کی مادی اور محسوس دلیل پوشیدہ ہے کہ قرآنِ حکیم کسی انسان کا نتیجۂ فکر نہیں ہے۔"

ان کی یہ بات سن کر میں نے کہا۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور ایک ضخیم فائل نکالی۔ اس فائل میں وہ اوراق تھے جن پر کمپیوٹر نے اپنے اعداد اور نمبر ثبت کئے تھے۔ ان صفحات پر بکھرے ہوئے بے شمار اعداد و اشارات کا مطلب میں نہیں سمجھ سکا۔

ڈاکٹر صاحب نے اعداد کی ایک مجموعی تعداد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

یہ آیت کریمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۱۹ حروف پر مشتمل ہے۔ اس عدد کی کچھ امتیازی خصوصیات

ہیں۔ ۱ سے مل کر بنا ہے۔ اسی طرح ۱۹ ایک طاق عدد ہے۔ یعنی وہ کسی
اور ہ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس مثلاً ۱۸ کا عدد ۲، ۳، ۶ اور ۹ سے تقسیم
ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ۲۰ کا عدد ۲، ۴، ۵، ۱۰ سے تقسیم ہو سکتا ہے۔"

ان کی یہ بات سن کر میں نے سوالیہ نگاہوں سے نوجوان محقق کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا:

الیکٹرانی آلات کے ذریعہ قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں سے متعلق آپ کی تحقیقات سے اس کا کیا تعلق ہے۔؟ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا:۔

"کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن حکیم کے سلسلہ میں میری تازہ تحقیقات سے ۱۹ کے عدد کے بارے میں جو قرآن حکیم کی اولین آیت کے حروف کی تعداد ہے۔ بعض حیرت انگیز حقائق کا انکشاف ہوا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب اوراق الٹ رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

لفظ "اسم" قرآن مجید ۱۹ بار آیا ہے۔ اور لفظ "لبسم" ۳ بار۔ کمپیوٹر کے ذریعہ مطالعۂ قرآن سے یہ انکشاف ہوا کہ لفظ "اسم" کے مکررات کی تعداد کو لفظ لبسم کے مکررات کی تعداد میں ضرب دیں تو حاصل ضرب جو عدد ہوگا، وہی قرآن مجید میں لفظ "الرحمٰن" کے مکررات کی تعداد ہے۔ یعنی ۵۷ دوسرے لفظوں میں لفظ "الرحمٰن" قرآن مجید میں ۵۷ بار آیا ہے۔ اور یہ عدد ۱۹ اور ۳ کا حاصل ضرب ہے۔
یعنی (۱۹ × ۳ = ۵۷)

اسی پر بس نہیں بلکہ لفظ "الرحیم" اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک اسم کی حیثیت سے قرآن حکیم میں ۱۱۴ بار آیا ہے۔ یہی تعداد قرآن کریم کی سورتوں کی بھی ہے۔ نیز یہ عدد بھی ۱۹ ہی کے مکررات سے عبارت ہے۔ (۱۹ × ۶ = ۱۱۴)

"اللہ" کا لفظ قرآن حکیم میں ۲۶۹۸ بار آیا ہے۔ یہ عدد بھی ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۱۹ × ۱۴۲ = ۲۶۹۸)
اسی کے ساتھ ساتھ مکمل آیت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" قرآن کریم میں ۱۱۴ بار آئی ہے۔ جو سورتوں کی تعداد ہے۔ حالانکہ ایک سورۃ یعنی "توبہ" اس سے خالی ہے۔ اس کی تلافی سورہ "نمل" میں ہو جاتی ہے۔ جہاں یہ آیت دو مقام پر آئی ہے۔ ابتداء میں اور آیت نمبر ۳۰ میں ۱۱۴ کا عدد بھی قدرتی طور پر ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔

میں نے کہا:" اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹ کا عدد بہت متبرک ہے۔ قرآن کریم کی لفظی ترکیبوں

کے سلسلہ میں اسکی اہمیت معلوم ہو جانے کے بعد ساری دنیا میں مسلمانوں کو اس عدد کو بابرکت سمجھنا چاہیے۔"

ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے غالباً جو سب سے اہم انکشاف ہوا۔ وہ یہی کہ قرآن حکیم کی اوّلین آیت (جو خود بھی ۱۹ حروف سے مرکب ہے) کا ہر لفظ جتنی بار قرآن حکیم میں آیا ہے۔ وہ عدد ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔ تنہا یہی انکشاف قرآن حکیم کی لفظی ترکیبات کے اعجاز کا نہایت روشن ثبوت ہے۔

اس موقعہ پر ایک دلچسپ واقعہ سنیئے مشہور مصری عالم محمد فواد عبدالباقی کی تالیف ——— "المعجم المفہرس الالفاظ القرآن الکریم" جس کے متعدد ایڈیشن مصر اور دوسرے عرب ممالک میں شائع ہو چکے ہیں۔ اتفاق سے میرے ہاتھ لگی۔ اس کتاب کے بعض حقائق میری توجہ اور کشش کا باعث بنے۔ اس کتاب سے میرے بہت سے انکشافات کی تصدیق ہوئی۔ مثلاً یہ کہ لفظ "اسم" قرآن مجید میں ۱۹ بار آیا ہے۔ اسی طرح لفظ "بسم" ۳ بار۔ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ مگر لفظ "اللہ" کے متعلق مؤلف نے لکھا ہے کہ لفظ "اللہ" ضمہ کے ساتھ ۹۸۰ بار، فتحہ کے ساتھ ۵۹۲ بار اور کسرہ کے ساتھ ۱۱۲۵ بار آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لفظ "اللہ" قرآن حکیم میں صرف ۲۶۹۷ بار آیا ہے۔

کمپیوٹر کا کہنا ہے کہ لفظ "اللہ" ۲۶۹۷ کی بجائے ۲۶۹۸ بار آیا ہے۔ چنانچہ کمپیوٹر کے تمام حسابات پر میں نے نظر ثانی کی۔ پس نظر ثانی اور مراجعت سے معلوم ہوا کہ "المعجم" کے مؤلف نے شمار کرنے میں ایک مقام کو چھوڑ دیا ہے۔ جہاں لفظ "اللہ" کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور وہ مقام ہے آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انہوں نے سورۃ فاتحہ کی دوسری آیت سے لفظ "اللہ" مکسور کو شمار کرنا شروع کیا جس کے نتیجہ میں تعداد کم ہوگئی۔ گویا کسرہ کے ساتھ اللہ کا لفظ قرآن حکیم میں ۱۱۲۵ کی بجائے ۱۱۲۶ بار آیا ہے۔ اور لفظ "اللہ" کے مکررات کی تعداد مجموعی ۲۶۹۸ ہوگی۔ جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ یعنی (۱۹ × ۱۴۲ = ۲۶۹۸) اس طرح کمپیوٹر نے صاحب "المعجم المفہرس" کی غلطی کی صحیح گرفت کی ہے۔

ڈاکٹر ارشاد خلیفہ کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن مجید کے مطالعہ سے حاصل شدہ نتائج کو قرآن کے اعجاز کی ایک مادی اور محسوس دلیل تصور کرتے ہیں جس کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

" مثلاً جب آپ تلاوت کرتے ہیں۔ " قل ھو اللہ احد " تو یہ لفظ "اللہ" محسوب ہوتا ہے۔ اسی طرح جب آپ " اللہ الصمد " پڑھتے ہیں تو یہاں بھی لفظ اللہ محسوب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ قرآن حکیم میں لفظ " اللہ " کے مکررات کی تعداد ان حروف کی تعداد پر تقسیم ہونی چاہیئے، جن سے اوّلین قرآنی آیت مرکب ہے یعنی " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "۔"

عدد کی اہمیت | میں ڈاکٹر صاحب کا مطلب سمجھ گیا۔ میں نے عرض کیا۔ کمپیوٹرز کے ذریعہ قرآن کریم کے مطالعہ سے ۱۹ کے عدد کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ عدد جیسا کہ آپ کی تحقیقات کے نتائج سے پتہ چلتا ہے۔ خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اگر مسلمان اس عدد کو نیک شگونی اور برکت کی علامت تصور کریں تو ان کو یہ حق پہنچتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اصل معجزہ ۱۹ کے عدد میں نہیں بلکہ آیت کریمہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں ہے۔ جو ۱۹ حروف سے مرکب ہے اور جس کے ہر لفظ کے مکررات قرآن مجید میں ۱۹ ہی کے مکررات ہیں۔ دوسرے لفظوں میں آیت کریمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہر لفظ کے مکررات کی تعداد اس آیت کے حروف کی تعداد پر تقسیم ہوتی ہے۔

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ مجرد اتفاق ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ احتمال بہت بعید ہے اور ناقابل قبول ہے۔ اتفاق ایک بار ہو سکتا ہے۔ دو بار ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اتفاق ہونا غیر قدرتی اور غیر فطری بات ہے۔ آپ کوئی بھی کتاب اٹھالیں۔ یہ احتمال کہ اس کتاب کے پہلے جملہ کا ایک لفظ اس کتاب میں اتنی بار آیا ہوگا کہ اس کی مجموعی تعداد اس جملہ کے حروف کی تعداد پر تقسیم ہو جائے۔ مجرد اتفاق کی رو سے بہت کمزور احتمال ہے۔ یہ احتمال کہ کتاب کے پہلے جملہ کے دو الفاظ اتنی بار آئے ہوں کہ ان کی تعداد اس جملہ کے حروف کی تعداد پر تقسیم ہو جائے۔ نہایت کمزور احتمال ہے۔ اور یہ کہ متواتر تین الفاظ کے ساتھ یہی اتفاق پیش آئے۔ ناممکن اور محال ہے۔ اس موقعہ پر مجھے کہنے دیجئے کہ آیت کریمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۴ الفاظ سے مرکب ہے۔ اور ہر لفظ کے مکررات کی تعداد قرآن مجید میں اس آیت کے الفاظ نہیں بلکہ حروف کی تعداد پر منقسم ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے آیت کریمہ کے اعجاز کے بعض اہم گوشوں کا انکشاف ہوا ہے۔ نیز اس انکشاف سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ اپنے الفاظ و حروف کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کے غیر انسانی ہونے کا مادی اور محسوس ثبوت پیش کرتی ہے۔ بلکہ وہ اس ابدی حقیقت کی بھی شہادت دیتی ہے۔ کہ دوسری آسمانی کتابوں کے برعکس قرآن حکیم ادنیٰ تحریف سے بھی محفوظ ہے۔

ضمانت کی کلید | دوسرے لفظوں میں یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم کی لفظی ترکیبات کی حفاظت کے لئے ضمانت کی کلید لیکر نازل ہوئی تھی جس ضمانت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (حجر)	ہم نے آپ پر اتاری ہے۔ یہ نصیحت اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔

مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۸ پر غور فرمائیں۔ ارشاد ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ	جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور
ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ	لڑے اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں۔ اللہ کی مہر
سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ	کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
رَحْمَۃَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔	

اس آیت میں لفظ "رحیم" اپنے صحیح مقام پر کمال حکمت کیساتھ رکھا گیا ہے۔ تاکہ اس لفظ کے مکررات میں یہ شامل رہے۔ جن کی تعداد ۱۱۴ ہے۔ یعنی اس حکم الٰہی کے مطابق جس کا انکشاف کمپیوٹرز کے ذریعہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے ہوا ہے۔ یہ لفظ جو اس آیت میں آیا ہے۔ محسوب ہے۔

دوسری مثال لیجئے، اسی آیت کے صرف ۸ آیتوں کے بعد ارشاد ہے :۔

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ	جو لوگ قسم کھا رہے ہیں، اپنی عورتوں
تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ فَاِنْ فَآءُوْا	سے ان کو فرصت ہے۔ چار مہینے کی پھر
فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔	اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ اس صفت "رحیم" کا استعمال کیا جائے۔ اس موقعہ پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہاں رحیم کی بجائے حلیم کی صفت بھی ہوسکتی ہے۔ وہ بھی تو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ خصوصاً جبکہ قرآن کریم کے حفظ و تحریر کا کام اس وقت عمل میں آیا۔ جب عرب دستاویزی یا علمی ریسرچ اور تحقیق کے دوسرے اصولوں سے ناآشنا تھے، اسی طرح کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اتنی زیادہ باریک بینی سے کام نہ لیجئے "غفور رحیم" "غفور حلیم" ہی کی طرح ہے۔ رحیم و حلیم میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ آجکل اوصاف کے استعمال میں لوگ زیادہ دقت نظر سے کام نہیں لیتے۔

ایسے مواقع پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے اس معجزہ کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ جس کا انکشاف اس جدید تحقیق سے ہوا ہے۔ چنانچہ ہم بآسانی لفظ رحیم کے مکررات کی تعداد شمار کرسکتے ہیں۔ جو ۱۱۴ ہے اور معلوم ہو جائے گا کہ آیت کریمہ میں یہ لفظ بغیر کسی تحریف کے اپنے صحیح مقام پر استعمال ہوا ہے۔ یہ خود اس حقیقت کا بھی ایک روشن اور قطعی ثبوت ہے کہ امّی عربوں نے ۱۴ صدیوں پہلے جسطرح قرآن حکیم کو حفظ کیا تھا۔ پھر اس کو پوری دیانتداری کے ساتھ ہم تک منتقل کیا۔ وہ اس دور کے اہل علم کے لئے بھی دشوار ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ہوا۔ جس کا ارشاد ہے :۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ	لیکن کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا معجزہ اسی
لَحَافِظُوْنَ۔	حد پر رک جاتا ہے۔؟

حروف مقطعات کا معجزہ | نوجوان محقق کا کہنا ہے۔ کہ کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن کے مطالعہ سے ایک دوسرے ضمنی معجزہ کا بھی انکشاف ہُوا ہے۔ اور وہ ہے حروف نورانی کا معجزہ۔ یہ وہی حروف ابجدی ہیں جو فواتح السورہ اور حروف مقطعات کے نام سے مشہور ہیں جیسا کہ معلوم ہُوا ہے۔ قرآن کریم کی ۲۹ سورتیں ان ابجدی حروف سے شروع ہوتی ہیں۔ ان حروف کی تعداد ۱۴ ہے۔ اور وہ یہ ہیں :-

ا - ح - ر - س - ص - ط - ق - ک - ل - م - ن - ھ - ی -

انہیں حروف نورانیہ اور ان کے مقابلہ میں بقیہ حروف کو جو فاتح السور میں داخل نہیں ہیں۔ حروف ظلمانیہ کہتے ہیں۔ جیسا کہ مصری محقق کا دعویٰ ہے۔ کمپیوٹرز کے ذریعہ قرآن کے مطالعہ سے معلوم ہُوا کہ جن سورتوں میں یہ حروف نورانیہ آئے ہیں ان میں ان حروف کے مکرّرات کی تعداد ۱۹ کے مکررات سے عبارت ہے۔ مثلاً سورہ ق میں حرف " ق " ۵۷ بار آیا ہے اور ۵۷ کا عدد ۱۹ کا تین گنا ہے۔ (۱۹ × ۳ = ۵۷)

اسی طرح ایک دوسری سورہ میں بھی جو اس حرف سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے مکررات کی تعداد ۵۷ ہے۔ اور وہ سورہ " شوریٰ " ہے۔ جو اسطرح شروع ہوتی ہے۔ حم عسق یعنی قرآن کی دو سورتوں میں جن میں " ق " حرف فاتحہ کی حیثیت سے آیا ہے۔ اس کے مکررات کی تعداد ۱۱۴ ہوتی جو (۱۹ × ۶) کے مساوی ہے۔

دوسرا حرف " ص " لیجئے۔ یہ حرف سورہ " ص " سورہ " اعراف " (المص) اور سورہ " مریم " (کھیعص) میں آیا ہے۔ ان تینوں سورتوں میں حرف " ص " کے مکررات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ یہ عدد بھی ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۱۹ × ۸ = ۱۵۲)

اسی طرح حرف " ن " سورہ " قلم " میں جو " نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ " سے شروع ہوتی ہے۔ ۱۳۳ بار آیا ہے۔ یہ عدد بھی ۱۹ کے مکررات میں سے ہے۔ (۱۹ × ۷ = ۱۳۳)

" ی " اور " س " سورہ یٰسین میں ۲۸۵ بار آئے ہیں۔ یہ عدد بھی ۱۹ کے مکررات میں سے ہے۔ (۱۹ × ۱۵ = ۲۸۵) " ط " اور " ہ " سورۃ طٰہٰ میں ۳۴۲ بار آئے ہیں۔ یعنی (۱۹ × ۱۸ = ۳۴۲)

اور سنیئے جب ڈاکٹر ارشاد نے ان سات سورتوں میں جو " ح " اور " م " سے شروع ہوتی ہیں۔ دونوں حرفوں کے مکررات کو جوڑا تو ۲۱۶۶ نکلا۔ یہ عدد بھی ۱۹ کے مکررات میں ہے۔ اور ۱۱۴×۱۹ کے مساوی ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں قرآن کی سورتوں کی تعداد کو پہلی آیت " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " کے حروف کی تعداد میں ضرب دیدیں۔ اسی طرح سورہ " شوریٰ " میں جو " عسق " سے شروع ہوتی ہے۔ تینوں حروف کے مکررات کو جوڑا گیا تو ۲۰۹ کا عدد نکلا جو ۱۹ پر تقسیم ہوتا ہے۔ (۱۹ × ۱۱ = ۲۰۹)

اسی طرح سورۂ رعد میں جس کی ابتدا " المرٓ " سے ہوتی ہے۔ چاروں حروف ا ل م ر کے مکررات کی تعداد ۱۵۰۱ ہوتی ہے۔ یہ عدد بھی ۱۹ کے مکررات میں ہے۔ (۱۹ × ۷۹ = ۱۵۰۱)

اپنی حیرت انگیز اور بصیرت افزا تحقیقات کی تفصیلات بتاتے ہوئے ڈاکٹر ارشاد خلیفہ نے فرمایا:

" اگر قرآن مجید کے موجودہ رسم الخط میں تبدیلی کی جائے گی۔ مثلاً صلوٰۃ، حیوٰۃ، زکوٰۃ کی بجائے۔ صلات۔ حیات۔ زکوٰت۔ لکھا جائے تو اس مستحکم اور دقیق میزان اور نظام میں خلل پیدا ہو جائے گا جس کی حفاظت کے لئے یہ حروف نورانیہ پہرہ دار اور نگران کی حیثیت سے سورتوں کے دروازوں پر رکھے گئے ہیں، چنانچہ مثلاً حرف " ا " کے مکررات کی تعداد مختلف ہو جائے گی۔ اور وہ معیار مختل ہو جائے گا۔ جس پر " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " کے معجزہ کی بنیاد ہے۔ "

بقیہ حروف نورانیہ مثلاً " المرٓ " اور " کھیٰعص " کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا :۔

" کمپیوٹرز کے ذریعہ ان حروف کے حسابات کا کام جاری ہے۔ "

ایک مزید انکشاف کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ارشاد نے فرمایا :۔

" کمپیوٹرز کے مطالعہ کے ذریعہ قرآن کے مطالعہ کے دوران بعض جدید معلومات تک رسائی ہوئی ہے، جن سے قرآن کریم کے اعجاز کی بیشمار شکلوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ " قٓ " کی آیت ۱۳ پر غور کریں۔ بہت مختصر آیت ہے۔ جس سے نگاہ تیزی سے گزر جاتی ہے۔ لیکن یہ آیت جس میں ارشاد ہے۔ " وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوطٍ۔ اپنے حروف کی روشنی میں ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ "

ڈاکٹر صاحب نے اس انکشاف کی تفصیل اسطرح بیان کی ؛

" قوم لوط کا ذکر جو اپنے رسول پر ایمان نہیں لائی۔ قرآن پاک میں ۱۲ مقامات پر ہے۔ سورہ اعراف (۸۰) سورہ ہود (۷۰، ۷۴، ۸۹) سورہ حج (۴۳) سورہ شعراء (۱۶۰) سورہ نمل (۵۴، ۵۶) سورہ عنکبوت (۲۸) سورہ صٓ (۱۳) سورہ قٓ (۱۳) سورہ قمر (۳۳) قابل لحاظ امر یہ ہے کہ ان تمام آیات میں " قوم لوط " کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ لیکن سورہ قٓ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس سورت میں " اخوان لوط " کے الفاظ ہیں۔ بس یہی ایک استثنیٰ ہے۔ کمپیوٹر کا کہنا ہے کہ اگر سورہ قٓ میں " اخوان " کی بجائے " قوم " کا لفظ استعمال

ہوتا تو سورہ ق میں حرف "ق" کی مکررات کی تعداد ۵۷ کی بجائے ۵۸ ہوجاتی۔ اس استثنار میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ۵۸ کا عدد ۱۹ پر تقسیم نہیں ہوتا یہی نہیں۔ بلکہ حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا ہوا کہ سورہ ق اور سورہ شوریٰ کے درمیان توازن برقرار رہے۔ سورہ ق کی طرح سورۂ شوریٰ بھی حرف "ق" سے شروع ہوتی ہے۔ اور دونوں سورتوں میں حرف "ق" کے مکررات کی تعداد یکساں ہے، یعنی ۵۷، اگر سورہ ق کی آیت ۱۳ میں لفظ "اخوان" کی بجائے "قوم" کا لفظ استعمال ہوتا تو یہ توازن ختم ہوجاتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ حکمت بھی پوشیدہ تھی کہ حضرت لوطؑ کی رسالت کے منکرین اور مؤمنین میں جنہیں مسلسل "آل لوط" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ فرق امتیاز بھی باقی رہے۔ مثلاً سورہ حجر (۵۹، ۶۱) سورہ نمل (۵۶) اور سورہ قمر (۳۴) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس تحقیق سے بھی ضمنی طور پر قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے۔ "كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ"۔ کتاب ہے کہ محکم کی گئی ہیں اسکی آیتیں۔ پھر ان کی تفصیل کی گئی ہے۔ ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے۔"

ڈاکٹر ارشاد خلیفہ کی جدید التحقیقات کے ان حیرت انگیز نتائج کو سن کر میری حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے سوال کیا۔ ان نتائج تک پہنچنے کیلئے کمپیوٹر کو کتنے حسابی عمل کرنے پڑے۔؟

ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔ "۶۲۶ کٹیلین یعنی ۶۲۶ جس کے دائیں طرف ۲۷ صفر ہوں۔"

میں نے پوچھا۔ پٹرول کے سلسلہ میں ریسرچ کے ساتھ ساتھ آپ کو قرآنی تحقیقات کے لئے کیسے فرصت مل جاتی ہے۔؟

ڈاکٹر صاحب نے میرے سوال کا فوراً جواب دیتے ہوئے کہا۔ "میں مسلسل ۵ سال سے فارغ اوقات میں یہ تحقیقات کر رہا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری کوششیں بڑی حد تک کامیاب ہوئیں۔ جو قرآن حکیم کے اعجاز کے روشن دلائل ہیں۔"

آخر میں میں نے دریافت کیا کہ اس حسابی عمل کے لئے کمپیوٹر کے استعمال میں اب تک کتنے اخراجات کا اندازہ ہے۔ اس سوال پر ڈاکٹر صاحب خاموش رہے۔ میرے اصرار پر قرآن حکیم کی یہ آیت ان کی زبان پر تھی: قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (سورۃ الاسراء ۸۸) تو کہہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاویں گے ایسا اگرچہ بعض بعض کی مدد کریں۔ — اور میں سمجھ گیا کہ اس بے نظیر اور معتمم بالشان تجربہ پر جو کثیر رقم ڈاکٹر ارشاد خلیفہ نے اپنی جیب خاص سے خرچ کی اس کی انہیں کوئی فکر نہیں۔ ان کے نزدیک اصل اہمیت ان تحقیقات کے نتائج کی ہے۔ جن کے ذریعہ انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کا ایک مادی محسوس اور ناقابل انکار ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ (بشکریہ معارف۔ اعظم گڑھ)

اسلامی معاشیات

جناب سید جلال الدین عمری

قسط ۲

نظامِ مصطفوی کے ذرائع دولت

اسلام کے نقطۂ نظر سے

اسلام نے شراب اور جوے کو بھی حرام قرار دیا ہے اس لیے ان ذرائع سے ہونے والی آمدنی بھی اس کے نزدیک حرام ہے۔ شراب کے نشہ میں بسا اوقات انسان اچھے اقدامات بھی کر گزرتا ہے۔ اہلِ عرب کی نظر ان ہی اقدامات پر تھی۔ اس لیے وہ اسے کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اسے کیف و سرور اور تفریح ہی کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو اعلیٰ اخلاق کے اظہار کا ذریعہ بھی تصور کرتے تھے۔ چنانچہ شراب پینے کے بعد وہ بالعموم دل کھول کر سخاوت کرتے اور اپنا مال لٹاتے تھے۔ اسی طرح جوے سے ہونے والی آمدنی کو بھی وہ غریبوں اور ناداروں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اس پہلو سے شراب اور جوا ان کے نزدیک قومی خدمت اور اس کے فائدہ کا ذریعہ تھا۔ قرآن مجید نے کہا کہ دنیا کی ہر چیز میں اس قسم کے فوائد ڈھونڈے جا سکتے ہیں لیکن کسی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ اس بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ فرد اور معاشرہ پر بحیثیت مجموعی اس کے کیا اثرات پڑتے ہیں؟ اگر اس کا نفع اس کے نقصان سے زیادہ ہو تو وہ جائز ہو گا اور اگر اس میں ضرر کا پہلو غالب ہو تو وہ حرام ہو گا۔ شراب اور جوے کے مضرات ان کے فوائد سے زیادہ ہیں اس لیے خدا کی شریعت میں وہ حرام ہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ... قُلْ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

(البقرہ ۲ : ۲۱۹)

وہ تم سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو کہ ان کا نقصان ان کے نفع سے زیادہ ہے۔

اس کے بعد ان کی قطعی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندے شیطان کے کام ہیں لہذا تم اس سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور

۱- مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الربوٰ بحوالہ ابن ماجہ و بیہقی

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ	جوے کے ذریعے تمہارے درمیان بغض اور
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ	دشمنی پیدا کرے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ	سے روک دے تو کیا اب تم اس سے رک
فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۞ (المائدہ ۹۰-۱)	جاؤ گے۔

شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال آدمی کو اپنے فرائض سے غافل کر دیتا ہے وہ اس قابل نہیں رہتا کہ خدا اور بندوں کے حقوق ٹھیک طریقہ سے ادا کر سکے۔ ایسا شخص معاشرہ کے لیے ایک بوجھ ہوتا ہے۔ اس پر کسی بھی معاملہ میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

منشیات کے استعمال کے بعد آدمی اپنے ہوش و حواس کبھی کھوئے جب بھی بہر حال وہ اپنی فطری حالت پر قائم نہیں رہتا۔ اس کے اندر جذباتیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے قابو ہونے لگتا ہے۔ یہیں سے بسا اوقات جھگڑے اور اختلافات شروع ہوتے ہیں اور سوسائٹی کے امن و سکون کو غارت کر کے رکھ دیتے ہیں۔ کسی بھی معاشرے کے امن، چین اور سکون کے لیے ضروری ہے کہ اس کے افراد میں صبر و تحمل اور قوت برداشت پائی جائے۔ یہ اوصاف کسی نشہ پرور قوم میں پیدا نہیں ہو سکتے۔

شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال انسان کے دل و دماغ اور اس کی صحت پر برا اثر ڈالتا ہے۔ جو قوم اس کی عادی ہو جائے اسے لازماً اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔

شراب کے استعمال سے حدیثوں میں سختی سے منع کیا گیا ہے اور اس پر بڑی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو نصیحت کی

ولا تشربن خمراً فانہ	تم شراب ہرگز مت پیو اس لیے کہ وہ
راس کل فاحشۃ[1]	بے حیائی کی جڑ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ولا یشرب الخمر حین یشربھا	جس وقت آدمی شراب پیتا ہے اس

---

[1] مشکوٰۃ، باب الکبائر وعلامات النفاق بحوالہ احمد

وھو مومن[1] | وقت وہ مومن نہیں رہتا۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام سب سے پہلے جس میدان میں سرنگوں ہوگا وہ شراب ہے (اس کے ماننے والے بے تکلف اسے استعمال کرنے لگیں گے۔) صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں صریح ممانعت کردی ہے تو اس کے ماننے والے اس کی جرأت کیسے کریں گے۔ آپ نے فرمایا:۔

یسمونھا بغیر اسمھا فیستحلونھا[2] | اس کا نام بدل دیں گے اور اسے حلال کرلیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:۔

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام ومن شرب الخمر فی الدنیا وھو یدمنھا لم یتب لم یشربھا فی الاخرۃ[3] | ہر نشہ آور چیز (پر) 'خمر' کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے سب ہی نشہ آور چیزیں حرام ہیں۔ جو شخص دنیا میں مستقل شراب پیے اور توبہ نہ کرے تو آخرت میں وہاں کی شراب نہیں پیے گا۔

بعض لوگ شراب کو ٹھنڈے ملکوں کی ایک ضرورت سمجھتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کے نزدیک سردی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ شراب سے جو سرور اور تازگی ملتی ہے وہ انسان کی قوت کار کو بڑھاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی شراب کے بہت سے 'فوائد' بیان کیے جاتے ہیں لیکن اسلام ان 'فوائد' کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک کسی بھی صورت میں شراب کا استعمال صحیح نہیں ہے۔

دیلم حمیری نے، جن کا تعلق یمن سے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم لوگ ایک تو ٹھنڈے علاقے کے رہنے والے ہیں اور دوسرے یہ کہ ہمیں محنت و مشقت کے کام بھی کرنے پڑتے ہیں۔ ہم لوگ گیہوں سے ایک مشروب تیار کرتے ہیں۔ اس سے اپنے سخت کاموں کے لیے توانائی بھی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب الکبائر وعلامات النفاق، بحوالہ بخاری ومسلم

[2] " کتاب الرقاق، باب الانذار والتحذیر

[3] " کتاب الحدود، باب الخمر ووعید شاربھا بحوالہ مسلم

حاصل ہوتی ہے اور سردی کے مقابلہ میں مدد بھی ملتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا۔ ہاں! آپ نے فرمایا تو پھر اس سے بچو۔ انھوں نے عرض کیا کہ لوگ اس کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ اسے نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ اسے ترک نہ کریں تو تم ان سے جنگ کرو۔[۱]

طارق بن سویدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے استعمال کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انھیں منع فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا میں تو اسے دوا کے لیے تیار کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ شراب کا استعمال خود ایک بیماری ہے (اس سے شفا کیا ہوگی؟)[۲]

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو شراب کے استعمال ہی سے منع نہیں کیا بلکہ اس بات کی بھی اس نے اجازت نہیں دی کہ کسی کے پاس شراب ہو تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ یتیم کے مال کو ضائع کرنے سے شریعت نے سختی سے روکا ہے لیکن یہی مال شراب کی شکل میں ہو تو حکم ہے کہ اسے تلف کر دیا جائے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک یتیم جو ہماری نگرانی میں تھا اس کی شراب ہمارے پاس تھی۔ جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ ایک یتیم کی شراب ہے اسے کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا اسے بہا دو۔[۳]

شراب کی خرید و فروخت اس سے مالی استفادے، اس کے پینے پلانے اور اس کے سلسلے کسی بھی پہلو سے تعاون کو حدیثوں میں قابل لعنت فعل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

لعن رسول اللہ فی الخمر عشرۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے سلسلے
عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا	میں دس آدمیوں پر لعنت بھیجی (کسی دوسرے کے
وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا	لیے) اس کے نچوڑنے والے پر، اپنے لیے اس کے
وبائعھا وآکل ثمنھا والمشتری	نچوڑنے والے پر، اس کے پینے والے پر، اس کے

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر و وعید شاربھا بحوالہ ابو داؤد

[۲] 〃 〃 〃 حوالہ بالا، بحوالہ مسلم

[۳] 〃 حوالہ بالا، بحوالہ ترمذی

لها والمشتری له[1]	لیجانے والے پر، اس شخص پر جس کے لیے وہ لے جائی جائے اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر اسکی قیمت کے کھانے والے پر، اسکے خریدنے والے پر اور اس شخص پر جس کے لیے وہ خریدی جائے۔

قرآن مجید نے شراب کے ساتھ جوے کے بارے میں بھی کہا کہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان ہے (البقرہ ۲: ۲۱۹) اور پھر دونوں ہی کو اس نے ایک ساتھ حرام قرار دیا (المائدہ ۵: ۹۰) بہت سی حدیثوں میں بھی دونوں کی حرمت کا ایک ساتھ ذکر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

ان اللہ تعالیٰ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ وقال کل مسکر حرام[2]	اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور آلات لہو ولعب کو حرام کر دیا۔ آپ نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء[3]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے، جوے سے، آلات لہو ولعب سے اور غبیراء (شراب کی ایک قسم) سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا یدخل الجنۃ عاق ولا قمار ولا منان ولا مدمن خمر[4]	جنت میں نہ تو ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا داخل ہوگا۔ نہ جوے باز، نہ احسان جتانے والا اور نہ ہمیشہ شراب پینے والا

---

[1] مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، بحوالہ ترمذی وابن ماجہ

[2] 〃 کتاب اللباس، باب التصاویر، بحوالہ بیہقی

[3] 〃 〃 〃 〃 بحوالہ ابو داؤد

[4] 〃 کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربہا، بحوالہ دارمی

جوے کی بہت سی شکلیں عرب میں رائج تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے ان سب سے منع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جوا کھیلنے کی کسی کو دعوت دینا بھی ایک جرم ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی صدقہ و خیرات کرے۔ چنانچہ آپ کا حکم ہے۔

من قال لصاحبہ تعال اقامرك	جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ جوا
فلیتصدق (بخاری)	کھیلیں تو اسے صدقہ کرنا چاہیے۔

یہ صدقہ اس لیے ہے کہ جس مال کے لالچ میں انسان نے ایک حرام فعل کا ارتکاب کرنا چاہا اس کی محبت کم ہو اور دھوکے اور فریب سے دولت سمیٹنے کی جگہ خرچ کرنے کا جذبہ اس میں پیدا ہو۔

یہ تو چند مثالیں ہیں اصولی طور پر اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ مال کمانے کے لیے تمام ناجائز اور جھوٹے طریقے چھوڑ دیے جائیں اور صرف جائز طریقے اختیار کیے جائیں۔ قرآن مجید کا حکم ہے:۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ
وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا	کھاؤ اور اسے حکام تک (بطور رشوت) نہ
فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ	پہنچاؤ تاکہ جانتے بوجھتے ناحق لوگوں کے
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۱۸۸)	مال کا ایک حصہ تم کھا جاؤ۔

جیسا کہ علما نے لکھا ہے چوری، خیانت، غصب، دھوکا اور فریب، ظلم و جبر، رشوت اور جھوٹے دعوے کے ذریعے دوسرے کے مال پر قبضہ کرنا یا سود، قمار، شراب اور جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ ان کے ذریعے دولت حاصل کرنا یہ سب باطل طریقے سے مال کھانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسلام نے ان سب سے منع کیا ہے۔

اسلام نے اکتساب مال کے ان ہی طریقوں کو جائز قرار دیا ہے جن سے کسی دوسرے فرد کو نقصان نہ پہنچے اور معاشرہ بحیثیت مجموعی اقتصادی لحاظ سے ترقی کرے۔ دوسروں کا استحصال کر کے اور معاشرے کو نقصان پہنچا کر دولت حاصل کرنا اس کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا	اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل
اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ	طریقے سے نہ کھاؤ الا یہ کہ آپس کی
اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ	خوشی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو قتل

مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰہَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (النساء: ۲۹)	نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔

یہاں قرآن مجید نے یہ نہیں کہا کہ تم ناحق طریقہ سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ بلکہ یہ کہا کہ تم اپنا مال آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اس سے وہ اپنے ماننے والوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنا چاہتا ہے کہ وہ دوسرے کے مال کو اپنا مال سمجھیں اور اسے برباد کرنے اور اس پر ناجائز طور پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔

فرمایا۔ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو شخص دوسرے کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھاتا ہے وہ پورے معاشرے کو تباہ کرتا ہے۔ وہ چاہے عارضی طور پر معاشی آسودگی اور راحت محسوس کرے لیکن جب معاشرے کی اقتصادیات تباہ ہوں گی تو وہ خود بھی اس کے انجام بد سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اس کے بعد قرآن مجید نے ان لوگوں کو سخت وعید سنائی ہے جو ناحق دوسروں کا مال کھاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰہِ يَسِيْرًا (النساء: ۳۰)	جو شخص تم میں سے ظلم و زیادتی کے ساتھ یہ کرے گا اسے ہم جلد ہی جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔

احادیث میں بھی بڑی شدت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے کہ آدمی حلال و حرام کی تمیز کے بغیر دولت سمیٹنے لگ جائے اور اس کے لیے مکر و فریب، جور و ظلم اور ہر طرح کے ناجائز طریقے اختیار کرنے لگے۔ حضرت واثلہ بن اسقعؓ کہتے ہیں:۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من باع عیبا لم یبینہ لم یزل فی مقت اللہ ولم تزل الملئکۃ تلعنہ[1]	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کوئی عیب دار چیز بیچے اور اس سے خریدار کو باخبر نہ کرے تو وہ ہمیشہ خدا کے غضب کا شکار رہتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب البیوع، باب المنہی عنہا من البیوع بحوالہ ابن ماجہ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من اخذ من الارض شبرا بغیر حق لخسف بیلوم القیامة الی سبع ارضین[1]	جو شخص بالشت بھر زمین بھی ناحق طریقے سے لے گا وہ قیامت کے دن سات زمینوں کی تہہ تک دھنسا دیا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

یاتی علی الناس زمان لایبالی المرء ما اخذ منه من الحلال ام من الحرام[2]	لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب کہ آدمی اس کی پروا نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال طریقے سے ہے یا حرام طریقے سے۔

جو شخص حرام طریقے سے مال کمائے اور اس سے داد عیش دیتا پھرے، احادیث میں اسے بہت سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مال حرام سے پرورش پانے والا جسم جہنم ہی کا سزاوار ہے۔ حضرت جابرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من الحرام فالنار اولی به[3]	جنت میں وہ گوشت نہیں جائے گا جو حرام سے تیار ہوا ہے۔ جو گوشت حرام سے تیار ہو تو جہنم ہی اس کی زیادہ مستحق ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حرام مال کھانے والا جب مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرتا اور اس کی دعائیں اس وقت بھی نہیں سنی جاتیں جبکہ دعائیں قبول کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک اور طیب ہے اس لیے وہ پاک ہی چیزوں کو قبول بھی کرتا ہے اس نے ایمان والوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے چنانچہ اس نے رسولوں سے کہا:۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع باب الغصب بحوالہ بخاری

[2] 〃 〃 〃 باب الکسب وطلب الحلال بحوالہ بخاری

[3] 〃 〃 〃 〃 بحوالہ احمد، دارمی، بیہقی

يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا — اے رسولو! پاک اور حلال چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو

یہی بات اس نے اہل ایمان سے کہی ہے

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ — اے ایمان والو جو حلال اور پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں انھیں کھاؤ۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يده الى السماء يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذى بالحرام فانى يستجاب لذالك[1] — اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر کیا جس کا سفر لمبا ہوتا ہے اس کے بال الجھے ہوئے اور کپڑے غبار آلود ہوتے ہیں اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! (تو میری مدد کر) لیکن اس کا کھانا حرام مال کا پینا حرام مال کا، کپڑے حرام مال کے اور اس کی پرورش حرام مال سے، تو اس حالت میں اس کی دعا کیسے سنی جائے گی؟

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حرام مال کھانے والے کی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔ اس سے خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے صدقے سے اس کے گناہ نہیں دھلتے اور اسے وہ اپنے بعد چھوڑ جائے تو اس کے عذاب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا يكسب عبد مال حرام فيتصدق منه فيقبل منه ولا ينفق منها فيبارك فيه — بندہ حرام مال کما کر جو صدقہ کرتا ہے وہ قبول نہیں کیا جاتا اور اس سے جو خرچ کرتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، بحوالہ مسلم

ولا يتركه خلف ظهره الا كان زاده الى النار، ان الله لا يمحو السيئ بالسيئ ولكن يمحو السيئ بالحسن وان الخبيث لا يمحو الخبيث[1]

اسے اپنے بعد جب چھوڑ جاتا ہے تو اس کے جہنم تک پہنچنے کا سامان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی (مال حرام) سے نہیں مٹاتا بلکہ وہ بدی کو نیکی کے ذریعے مٹاتا ہے۔ جو چیز خود ہی ناپاک ہے وہ کسی دوسری ناپاک چیز کو مٹا نہیں سکتی۔

اسلام کے نزدیک جائز ذرائع آمدنی ہی کسی مال کو حلال اور پاک بناتے ہیں اور اسی پر انسان کا قانونی اور اخلاقی حق بھی ہے۔ جو مال ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جائے اسے وہ حرام اور ناپاک سمجھتا ہے اس طرح کے ناپاک مال پر وہ انسان کا حق تسلیم نہیں کرتا۔ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما انا بشر وانكم تختصمون الى ولعل بعضكم ان يكون الحن بحجته من بعض فاقضي له على نحو ما اسمع منه فمن قضيت له بشيئ من حق اخيه فانما اقطع له قطعة من النار[2]

میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو۔ اس میں ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے سے زیادہ زبان آور ہو اور اپنی بات زیادہ بہتر طریقے سے پیش کر سکے جس کی بنیاد پر میں اس کے بیان کے مطابق فیصلہ کر دوں۔ اس طرح اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا تھوڑا سا حق بھی دے دوں تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اسے میں جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جھوٹے دعوے اور جھوٹی وکالت کے ذریعے عدالت سے جو فیصلہ کرایا جائے وہ کسی ناجائز مال کو جائز نہیں بنا دیتا اور انسان کے لیے وہ حلال اور طیب نہیں بن جاتا

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب البیوع - باب الکسب وطلب الحلال بحوالہ احمد و شرح السنۃ

[2] 〃 کتاب الامارہ باب الاقضیہ والشہادات بحوالہ بخاری ومسلم

جو شخص اس طرح غلط تدابیر سے مال حاصل کرتا ہے وہ آخرت کی پکڑ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر آدمی میں خدا کا خوف ہو تو وہ اپنے حق سے دست بردار ہو جائے گا لیکن اپنی تجوری بھرنے کے لیے دوسرے کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں نے ایک وراثت کے بارے میں دعوے کیا۔ دونوں میں سے ہر ایک کا دعوے تھا کہ وہی اس کا وارث ہے لیکن کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم میں سے کسی کے بھی حق میں فیصلہ کر دوں اور وہ اس کا جائز حقدار نہیں ہے تو سمجھ لے کہ میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔ یہ سنکر دونوں اپنے حق سے دستبردار ہو گئے اور ہر ایک نے کہا کہ آپ میرا حصہ میرے ساتھی کو دے دیجیے۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کرو بلکہ دونوں اس کو تقسیم کر لو اور قرعہ اندازی کے ذریعے ایک ایک حصہ لے لو۔ اس میں جو کمی بیشی ہو اسے نظر انداز کر دو اور اپنے بھائی کے لیے اسے جائز قرار دے دو۔

مولانا محمد داؤد صاحب

قرآن وسنّت میں فقہ کی اہمیّت

اس میں کسی فرد لبشر کو کلام نہیں۔ کہ علم سب چیزوں سے افضل ہے۔ خصوصاً علم دین اور علم شریعت کی اہمیّت وفضیلت تو قرآن وسنت سے بھی ثابت ہے۔ اور جس کی فضیلت قرآن وسنت سے ثابت ہو۔ اس کے فضل وکمال میں کیا تردّد باقی رہ سکتا ہے۔ اور اس کے مقبول ومحمود ہونے میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے۔ بالخصوص علم فقہ ایک شریف ومعزز علم ہے۔ کہ اس کا کوئی بھی علم شریک وسہیم نہیں ہو سکتا کیونکہ فقہ قرآن وحدیث نبوی اور آثار صحابہؓ اور تعامل وتوارث امت کا عطر اور ان کی روح ہے۔ قرآن پاک فصاحت اور بلاغت کے اعلیٰ درجے میں واقع ہے۔ اور کلام بلیغ کا خاصہ ہے۔ کہ باوجود عام فہم ہونے کے اکثر مضامین اس میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ ان پر ہر کس وناکس رسائی نہیں کر سکتا۔ اور اس کے علاوہ قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ آیات بھی ہیں۔ جن کی قرائن حالیہ اور قالیہ سے تعیّن کرنا کہ یہ ناسخ ہے۔ اور منسوخ ہے۔ ا بھی امر گراں ہے۔ دلالۃ النص۔ اشارہ النص۔ اقتضاء النص۔ سے مسائل کا استنباط کرنا۔ اور پھر احکام میں علل کو ملحوظ خاطر رکھنا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ یہی حقائق احادیث کے سمجھنے میں بھی پیش آتے ہیں۔ تو قرآن پاک اور سنت نبوی کے ان محکم وقوی اور ٹھوس اور مضبوط دلائل وبراہین کی باریکیوں اور حقائق پر مطلع ہونا بغیر فہم وفراست اور عقل وبصیرت کی دولت کے ناممکن ہے۔ اس لیئے قرآن وحدیث کے اس بحر بیکراں کے عمق وگہرائیوں میں اترنے کے لیئے نکتہ رس اور سخن شناس علماء کی ضرورت ہے۔ جن میں فہم وبصیرت اعلیٰ درجے کی موجود ہو۔

علامہ زمخشری اس قسم کے علماء کی یوں تعریف کرتے ہیں۔

الفقیہ من یذقق النظر والعالم الذی — فقیہ دقیق النظر (اس عالم کو کہتے ہیں جو
یشق الاحکام ولیفتش عن حقائقہا — احکام چن چن کر بیان کرے۔ اور پھر ان حقایق

ولیفتحم ما استغلق منہا[1] کی کھوج لگائے۔ اور ان میں جو مخفی اسرار ہوں ان کو کھول دے۔

چنانچہ فقہاء امت نے قرآن و سنت کے بحر بیکراں غوطہ زنی کر کے تفقہ فی الدین کے انمول موتیوں اور جواہر زیر دل سے امت مسلمہ کی جھولیاں بھر کر ان پر احسان عظیم کیا۔ فقہ و فقہاء کی اسی اہمیت کی بنا پر قرآن و سنت نے تفقہ فی الدین کے حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ اور اس کے ترک کرنے پر تنبیہ اور ملامت کی چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وما کان المومنون لینفروا کافۃ	مومنوں کو یہ بات مناسب نہ تھی۔ کہ وہ
فلولا نفر من کل فرقۃ منہم	سب ہی کوچ کر جاتے۔ سو کیوں نہ کوچ کیا
طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا	ان میں ہر فرقہ سے ایک طائفہ نے تاکہ وہ دین
قومہم اذا رجعوا الیہم[2]	میں تفقہ پیدا کرے۔ اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب انکی
	جانب لوٹیں۔ تاکہ وہ بچ جائیں۔

عقل و انصاف کی عینک لگا کر اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو اس آیت کریمہ سے فقہ کی فضیلت اور منقبت اور اس کی اہمیت اور ضرورت روز روشن کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ارباب تفسیر فقہ کی افادیت پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کا مقام اگرچہ بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ مگر تفقہ فی الدین کی عظمت و شان اس سے کہیں اونچی ہے۔ کیونکہ دین میں فقاہت اور کمال حاصل کرنا ہی اسلام کا اصل مقصد ہے۔ چنانچہ علامہ ابو مسعود لکھتے ہیں۔

ان المومنین لما سمعوا ما انزل فی	اہل ایمان نے جہاد میں پیچھے رہنے والوں کی
المتخلفین سارعوا الی النفیر رغبۃ	مذمت سنی۔ تو وہ جہاد میں جانے کے لیے ایک
ورھبۃ وانقطعوا عن التفقہ	دوسرے سے مسابقت کرنے لگے۔ خوف
فامروا ان ینفر من کل فرقۃ	و رغبت کے جذبات کے ساتھ اور دین میں
طائفۃ الی الجہاد ویبقی اعقا	سمجھ حاصل کرنے سے رہ گئے۔ اس لیے ان
بہم یتفقہون حتی لا ینقطع	کو حکم دیا گیا۔ کہ ہر جماعت میں سے ایک طائفہ
الفقہ الذی ھو الجہاد الاکبر	جہاد کے لیے جائے۔ اور باقی لوگ دین میں
لان الجدال بالحجۃ والاصل والمقصود	سمجھ حاصل کرنے کے لیے رہ جائیں۔ تاکہ فقہ“

---

[1] ۔ فائق ج ۱ ص ۱۴۴ ، [2] ۔ پارہ ۱۱ ۔ سورۃ توبہ رکوع ۳ آیت ۱۲۱ ،

من البعثۃ۔ کا کام بند نہ ہو۔ جو جہادِ اکبر ہے۔ اور

بعثت انبیاء کا اصلی مقصد ہے۔

خداوندِ کریم قرآن پاک میں جگہ جگہ تفقہ سے محرومی کے تباہ کن نتائج بیان کر کے لطیف

پیرائیہ میں فقہ کی ضرورت اور اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ سورۃ نساء میں ارشاد فرمایا۔

فمال ھٰؤلاء القوم لایکادون	سو کیا ہو چکا اس قوم کو جو کسی بات کے
یفقھون حدیثا [۲]	سمجھنے کے قریب نہیں آتی۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

قد فصلنا الایات لقوم	ہم نے کھول کر بیان کردیں۔ اپنی آیتیں
یفقھون ؕ [۳]	اس قوم کے لیے جو سمجھ رکھتی ہے۔

سورہ انعام میں ارشاد خداوندی ہے۔

انظر کیف نصرف الایات	دیکھو! ہم نے کس کس طرح سے بیان
لقوم یفقھون ؕ [۴]	کرتے ہیں۔ آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جائیں۔
یؤت الحکمۃ من یشاء ومن	اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں۔ حکمت دیدیتے
یؤت الحکمۃ فقد اوتی	ہیں۔ اور جس کو حکمت دی گئی۔ گویا اس کو
خیرا کثیرا [۵]	بہت بھلائی سے نوازا گیا۔ یہاں حکمت سے

مراد تفقہ فی الدین ہے۔ جیسا کہ حضرت الامۃ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رض متوفی

۶۸ھ اور حضرت قتادہؒ سے منقول ہے۔

قولہ تعالیٰ ومن یؤت الحکمۃ	ارشادِ خداوندی میں حکمت سے قرآن
ای الفقہ فی القرآن [۶]	میں فقاہت مراد ہے۔

نیز حضرت ابن عباس ارشاد فرماتے ہیں

ای المعرفۃ بالقرآن ناسخہ	قرآن کے ناسخ منسوخ محکم متشابہ مقدم
ومنسوخہ ومحکمہ ومتشابہہ و [۷]	مؤخر حلال وحرام وغیرہ

---

[۱] تفسیر ابو مسعود ج ۲ صفحہ ۳۰۳، تفسیر مظہری ج ۴ صفحہ ۳۲۵۔ [۲] پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۷۸، [۳] پ سورۃ انعام رکوع ۱۷۔ [۴] پ رکوع ۱۳، [۵] پ ۳ ع ۵ آیت ۲۶۸

[۶] تفسیر طبری ج ۳ صفحہ ۹۰، [۷] تفسیر طبری ج ۳ صفحہ ۸۹، درمنثور ج ۱ صفحہ ۳۴۸۔

توخره وصلاله وحرامه وأمثالهٗ — پہچاننا فقہ ہے۔

اسی طرح حضرت مجاہد نے فرمایا۔

قوله من يوت الحكمة ليست بالنبوة ولكنه القرآن والعلم والفقه۔ [1] — حکمت سے مراد نبوت نہیں۔ بلکہ قرآن اور علم فقہ ہے۔

امام دارالہجرہ امام مالک رح سے منقول ہے۔

المعرفة بالدين والفقه فيه والاتباع له [2] — دین کی پہچان سر دین میں معرفت اور اس کی پیروی فقہ ہے۔

آیت "کونوا ربانیین" میں ربانی سے مراد فقہاء کرام ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

وقال ابن عباس كونوا ربانيين اى حكماء علماء فقهاء [3] — ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ ربانیین سے مراد حکماء، علماء، فقہا ہیں۔

ان مذکورہ بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ تفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی ایک لا زوال دولت اور نعمتِ کبریائی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر اور بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اس کو اس نعمت سے نواز دیتے ہیں۔ تفقہ فی الدین کی اہمیت و منقبت جس طرح قرآن پاک کی مذکورہ آیات سے عیاں ہے۔ اسی طرح بے شمار احادیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی اس کی شان و منزلت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين [4] — جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں بھلائی اور خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اس کو تفقہ فی الدین کی نعمت سے نواز دیتے ہیں۔ جو تمام علوم سے بڑھا ہوا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

وفی ذلك بيانٌ ظاهرٌ لفضل — اس حدیث میں صاف صاف علماء کی سب

---

[1] تفسیر بحری ج ۳ ص ۹۰۔ [2] ایضاً ج ا ص ۵۵، ج ۳ ص ۹۰، [3] بخاری ج ا ص ۱۶، [4] فتح الباری ج ا ص ۱۱۱۔

العلماء علی سائر الناس ولفضل التفقہ فی الدین علی سائر العلوم۔	لوگوں پر روز تفقہ فی الدین کی تمام علوم پر فضیلت دی گئی ہے۔

دوسری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقہ کی غیر معمولی اہمیت اور ضرورت کو ایک تمثیل سے واضح فرمایا۔

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل من بعثنی اللہ بہ من الھدیٰ والعلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا فکان منھا نقیۃ قبلت الماء فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت فیھا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بھا الناس نشربوا وسقوا وزرعوا۔ واصاب طائفۃ اخریٰ انما ھی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذالک مثل الذی فقہ فی الدین ونفعہ بما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلّمہ ومثل من لم یرفع بذالک رأسا ولم یقبل ھدی اللہ الذی ارسلت بہ۔	حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو ہدایت اور دین اللہ تعالیٰ نے مجھے دیکر مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔ جو زمین پر خوب برسی۔ اور زمین کا ایک وہ حصہ جو بہت ہی عمدہ اور قابل زراعت تھا۔ اس میں پانی خوب جذب ہوا۔ اور اس سے گھاس سبزہ خوب اگایا۔ اور زمین کا ایک حصہ وہ تھا۔ جو بالکل بنجر تھا مگر اس میں پانی جمع ہوگیا۔ اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا اس نے خود بھی پیا۔ اور دوسروں کو بھی پلایا لیکن زمین کا ایک قطعہ چٹیل تھا۔ اس نے پانی کو نہ روکا۔ اور نہ اس پر گھاس اگا۔ یہی مثال اس شخص کی ہے۔ جس نے اللہ

کے دین تفقہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس میں نفع عطا کیے۔ فرمایا اس نے خود بھی سیکھا۔ اور دوسروں کو بھی سکھایا۔ اور دوسری مثال اس شخص کی تھی۔ کہ جس نے ہدایت خداوندی کی جس کو لے کر آیا تھا۔ ذرا برابر بھی سر ہی نہیں اٹھایا۔

۱؎ بخاری ج ۱ صہ ۱۸

اس حدیث میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا۔

اوّل:۔ وہ جو زرخیز زمین کی طرح ہیں۔ جنہوں نے قرآن و حدیث میں موسلادھار بارش سے برسے ہوئے پانی کو جمع کر کے پھر اس سے اپنی قوت اجتہاد سے مسائل کا استنباط و استخراج کیا۔ علامہ ابوالحسن نورالدین سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ فرماتے ہیں۔

قسم ینتفع بثمرات علمہ و نتائجہ کاھل الاجتہاد والا ستخراج [1]	ایک قسم وہ ہے۔ جو علم کے ثمرات و نتائج سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسے مجتہدین و فقہاء

دوم:۔ قسم کے لوگ وہ ہیں۔ جو بنجر زمین کی مانند ہیں۔ جو صرف قرآن و سنت کے الفاظ کے محافظ و نگہدان ہیں۔ مگر استنباط مسائل کی قوت سے محروم ہیں۔ علامہ سندھی ارشاد فرماتے ہیں

قسم ینتفع بعین علمہ ذلک کاھل الحفظ والروایۃ [2]	دوسری قسم وہ ہے۔ جن کے علم سے بالذات فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ جیسے محدثین اور اصحاب روایت۔

تیسری: قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جو صاف اور سنگلاخ زمین کے مثل ہیں۔ جن کے پاس نہ قرآن و سنت کا ذخیرہ ہے۔ اور نہ ہی قرآن و سنت سے مسائل نکالنے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی محدث ہیں۔ اور نہ فقیہ۔

ہمارے اس قول کی تائید مشہور فقیہ و محدث اور مؤرخ علامہ خطیب بغدادی کی کلام سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔

قد جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث مراتب الفقہاء والمتفقہین من غیر ان یشذ منہا شیٔ۔ فالارض الطیبۃ ھی مثل الفقیہ الضابط لما روی	نبی کریم نے اس حدیث میں فقہاء کے تمام مراتب بیان کیے۔ کسی ایک نظر انداز کیے بغیر ذکر فرمادیے۔ ارض طیبۃ (پاکیزہ زمین) کہ اس فقیہ کی مثال ہے جس کو روایت میں ضبط اور معانی میں سمجھ حاصل ہو۔ اور اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف

---

[1] حاشیہ سندھی علی البخاری ج ۱ ص ۲۰ [2] ایضاً۔

الفاهم للمعاني۔ المحسن لردها
اختلاف فيه الى الكتاب والسنة
والاجادب الممسكة للماء التي
يستقي منها الناس هي مثل الطائفة
التي حفظت ما سمعت نقط
ضبطته وامسكته حتى اروته
الى غيرها محفوظا غير مغير
دون ان يكون لها فقه تتصرف
فيه ولا فهم بالرد المذكورة
وكيفته لكن نفع الله بها في
التبليغ فبلغت الى من لعله اوعى
منها كما قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم رب مبلغ
اوعى من سامع ورب حامل
فقه ليس بفقيه

ومن لم يحفظ ما سمع ولا
ضبط فليس مثل الارض الطيبة
ولا مثل الاجادب بل هو محروم
ومثل القيعان التي لا تنبت
كلاء ولا تمسك ماء ۔ [۱]

رجوع کرنے والا ہے۔ اجادب ممسکہ
یہ اس جماعت کی مثال ہے جس نے جو
کچھ سنا یاد رکھا۔ اور پھر دوسروں تک
پہنچا دیا۔ بلا تبدیلی کے پوری حفاظت
کے ساتھ۔ لیکن اس کو فقہ حاصل
نہیں جس میں تصرف کر سکے۔ اور نہ
کتاب و سنت کی طرف رد کرنے کی سمجھ
ہے۔ البتہ اس سے یہی اللہ تعالیٰ نفع
پہنچاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اپنے شخص
کو پہنچا دے۔ جو اس سے زیادہ فقیہ
ہو۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ وہ شخص جس کو پہنچایا گیا ہے،
وہ سننے والا زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے
اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ علم کا حامل
خود فقیہ نہیں ہوتا۔

اور جس نے سنتے ہوئے علم کو نہ
تو یاد کیا۔ تو وہ نہ پہلی قسم میں داخل ہے
اور نہ دوسری قسم بلکہ وہ محروم ہے
اور چٹیل میدان کی طرح ہے۔ جو نہ گھاس
کو اگاتا ہے۔ اور نہ پانی جمع رکھتا ہے۔

ظاہر بات ہے۔ کہ زرخیز زمین بنجر اور چٹیل زمین سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح قرآن و حدیث کا حفظ کر لینا اگرچہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ مگر اس سے شارع کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہو اور وہ ہے۔ اس میں غور و فکر کرنا

---

[۱] الفقيه والمتفقه ج ۱ ص ۴۹

اور غیر منصوصہ مسائل کا استنباط و استخراج کرنا تاکہ اہل دنیا کو اس سے مزید فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نضر اللہ عبدا سمع مقالتی	اللہ تعالیٰ ہر دقت تروتازہ رکھے اس بندے
نحفظھا ووعاھا واداھا فرب	کو جس نے میری بات سنی اور پھر یاد کر لی
حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ[1]	اور دوسروں کو سنا دی۔ بسا اوقات حامل

فقہ اعلیٰ درجے کا فقیہ نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ اپنے سے فقیہ تر کو پہنچا دے۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے حاملین کو ایک تاکیدی حکم دیا۔ کہ احادیث کے ذخیرہ کو یاد کر کے فقہاء کرام تک پہنچائیں۔ تاکہ وہ اس سے استنباط و استخراج مسائل کریں۔ اور شارعؑ کے مقصود کو سمجھنے میں جو دقتیں واقع ہوتیں ہیں۔ ان کو وہ اپنی کوشش اور اجتھاد سے رفع کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ حدیث کا مقصد اور اس کے حفظ اور یاد کرنے کا ثمرہ فقہ ہے۔ چنانچہ حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان الناس لکم تبع وان رجالا یا	رسول اکرمؐ نے صحابہؓ کو خطاب کر کے فرمایا
تونکم من اقطار الارض یتفقھون	کہ تمام لوگ (دین میں) تمہارے تابع ہیں۔
فی الدین فاذا اتوکم فاستوصو	بہت سے آدمی اطراف عالم سے تمہارے پاس
بھم خیرا۔ [2]	دین سیکھنے آئیں گے۔ لیکن تم ان کے ساتھ
	بھلائی سے پیش آنا۔

تفقہ فی الدین کی اہمیت دیکھیے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو اہلِ فقہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت فرمائے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اسکی شرافت اور بزرگی اور کیا ہوگی۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ حدیث میں نقاہت کی صفت کے ساتھ متصف لوگوں کی شان و منزلت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

ان الناس معادن کمعادن	بے شک لوگ کانیں ہیں۔ سونے اور۔

---

[1] ترمذی ج ۲ ص ۹۰ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۵ ابن ماجہ ص ۲۱، [2] ترمذی ج ۲ ص ۸۹

الناس معادن کمعادن الذهب والفضۃ خیارکم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا ۔ [۱]
چاندی کی کانوں کی طرح۔ جو ان میں سے جاہلیت میں بہتر تھے۔ وہ اسلام میں بھی بہتر رہیں گے۔ جبکہ وہ فقہ سے موصوف ہوں۔

ایک جگہ پر فقہ کو پورے دین کا ستون قرار دیتے ہوا ارشاد فرمایا۔

ما عبد اللہ تعالیٰ بشیٔ افضل من فقہ الدین ولکل شیٔ عماد وعماد ھذا الدین الفقہ ۔ [۲]
دین کی سمجھ سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کی گئی۔ ہر چیز کا ستون ہے۔ اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

تفقہ فی الدین کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں علماء امت کے اقوال بھی اختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین ہیں۔ اس بات میں ذرا برابر شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کہ جس طرح دین اسلام کے بقاء و تحفظ کا دار و مدار حفظ و روایت پر ہے۔ ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر معنی و درایت پر بھی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے عالم اسباب میں شریعت حقہ کے الفاظ کی حفاظت کے لیے جس طرح محدثین و حفاظ کے گروہ کو پیدا فرمایا۔ تو اسی طرح شریعت حقہ کے معانی و مطالب کو محفوظ رکھنے کے لیے فقہاء اور مجتہدین کی جماعت فرمایا۔ سند و روایت اور معانی و درائیت کی ضرورت پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ رقم فرمائیں۔

[۱] پس لازم آمد در تحصیل این علم از دو چیزے یکے ملاحظہ حال رواۃ دوم احتیاط عظیم [۲] در فہم معانی آن زیرا کہ اگر در امر اول مساہلہ اود کاذب با صادق ملتبس شود [۳] واگر در امر ثانی احتیاط نباشد مراد با غیر مراد مشتبہ گردد و علی التقدیرین فائدہ ازین علم [۴] متوقع است عیسر گردو بلکہ ضد آن فائدہ بحصول انجامد و موجب ضلال و اضلال ۔
اس علم کی تحصیل میں دو چیزیں بہت اہم ہیں۔ ایک تو راویوں کے احوال کا ملاحظہ کرنا۔ اور دوسرے بہت بڑی احتیاط کرنی معانی کے سمجھنے میں۔ اس لیے کہ اگر راوی کے حال سے آگاہ نہ ہو گا۔ اور اس میں سستی کرے گا۔ تو کاذب چیز صادق سے ملتبس ہو جائیگی اور جو معانی کے سمجھنے میں احتیاط نہ کرے گا تو پھر مراد غیر مراد سے مشتبہ ہو جائیگی

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۷، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۷ ، [۲] مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۳۴

[۳] عجالہ نافع ص ۲ طبع دہلی ۔

دونوں کا فائدہ اس علم سے متوقع ہے۔
وہ میسر نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے فائدے کی
بجائے خود بھی گمراہ کرے گا۔

بعض نے فقہ و روائیت کے مقام کو روائیت و سند سے بلند و ارفع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ بغداد میں لکھا ہے۔

قال ابوبکر بن عبدان ایش الفرق بین الارایته والحفظ فقال الارایته فوق الحفظ [1]	حضرت ابوبکر بن عبدانؒ سے سوال کیا گیا کہ روائیت و حفظ میں کیا فرق ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ کہ روائیت کا درجہ حفظ سے اوپر ہے۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ سے منقول ہے۔

معرفت الحدیث والفقه احب الی من حفظه [2]	حدیث کی معرفت اور اس میں تفقہ پیدا کرنا مجھے یاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے

حافظ ابن جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ ارشاد فرماتے ہیں۔

اعظم دلیل فضیلة الشیٔ النظر الی ثمرته ومن تامل ثمرة الفقه علم انه افضل العلوم فان ارباب المذاهب فاقوا علی الخلائق ابدا وان کان فی زمن احد هم من هو اعلم منه بالقرآن او الحدیث او اللغة واعتبر هذا باهل زماننا فانك تری الشاب یعرف مسائل الخلاف الظاهرة فیستفتی ویعرف الحکم	کسی چیز کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل اس کا نتیجہ ہے۔ جو شخص فقہ کے نتیجہ پر غور کرے گا۔ وہ سمجھ لے گا کہ وہ سب سے بہتر علم ہے۔ کیونکہ ائمہ مذاہب ہر زمانہ میں دوسروں سے فائق رہے ہے۔ اگر اس زمانے میں ایسے لوگ موجود رہے۔ جو قرآن، حدیث، لغت میں ممتاز تھے۔ اور تم اس زمانہ میں دیکھو کہ ایک نوجوان جو فقہ کے مسائل جانتا ہوں۔ اسی سے فتویٰ پوچھا جاتا ہے۔ اور وہ حکم بھی جانتا ہے۔ نئے پیش آنے والے مسائل

---

[1] ج ۱۲ ص ۲۳۳، [2] منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۱۵، [3] صید الخاطر ص ۱۶۲، ص ۱۶۳

فی الحوادث مالا یعرفہ	کا جس کا دوسرے علماء میں سے بڑے
النحریر من باقی العلماء وکم	فاضل لوگ بھی نہیں جانتے۔ اور ہم نے ایسے
رأینا مبرزا فی علم القرآن	بہت سے لوگ دیکھے ہیں۔ جو علم قرآن
او الحدیث التفسیر او الفقہ لا	حدیث، تفسیر، لغت میں ممتاز ہیں۔ لیکن
یعرفہ مع الشیخوختہ	باوجود کبر سنی کے شریعت کے بہت سے
معظم احکام الشرع	احکام سے ناواقف ہیں۔ یہاں تک کہ نماز
وربما جھل علم ماینوبہ	میں کوئی صورت پیش آجائے۔ تو اس سے
فی صلوٰتہ۔ ؎۱	بھی ناواقف ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۲ھ فرماتے ہیں۔

"کہ قرآن وسنت اگر سیپی ہیں۔ تو فقہ
کی حیثیت اس سیپی کے اندر موتی کی ہے"

بہر حال تفقہ فی الدین کی ضرورت کو زندگی کے کسی موڑ پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور انسانی ضروریات کی احتیاجی فقہ کی طرف ابتدائے پیدائش سے تا آخر دم تک برابر جاری رہتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

تفقھوا قبل ان تسودوا وقال	فقہ حاصل کرو سردار بننے سے
ابو عبداللہ (ای الامام البخاری) وبعد	قبل بھی اور اس کے بعد بھی۔
ان تسودوا ؎۲	

حضرت عمر سے منقول ہے۔

قلیل الفقہ خیر من کثیر	فقہ کا تھوڑا سا علم بہت سی عبادت
العبادۃ ؎۳	سے بہتر ہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۸۹ھ (استاد حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں۔

تفقہ فان الفقہ افضل قائد	الی البر والتقوی واعدل قاصد
وکن کل یوم مستفیدا زیادہ	من الفقہ واسبح فی بحور الفوائد

؎۴

؎۱۔ امام اعظم اور علم الحدیث ص ۳۹۶ ؎۲ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶ ؎۳ طبرانی ص ؎۴ در المختار ج ۱ ص ۳۸

علامہ مناظر احسن گیلانی مرحوم

وادئ مکّہ ـــــ تسلیم تام کی وادی

اب میرا اونٹ بڑھتا چلا جاتا تھا۔ ڈگ مگ اونچے نیچے ہوتے ہوئے وہ تو منیٰ کے میدان کیطرف جا رہا تھا اور یہاں دیوانے کیلئے وادئ مکہ کی ہواؤں کی سنسناہٹ نے "ہو" کا کام کیا، "روح" کو تو کیسے کہوں کہ روحانیت" والے ہی جانیں روح کیسے کھلتی ہے۔ لیکن دماغ کے پٹ کھل گئے۔ مطالعہ کے معلومات مجسّم و متشکل ہو ہو کر سامنے آنے لگے۔ اللہ کے خلیل ابراہیم اوّاہ (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) کی اسی وادی میں آمد و رفت کا زمانہ ایسا معلوم ہوتا تھا، ماضی کے پردوں کو چاک کر کے مرے رو برو کھڑا ہوا ہے۔ ایک ایک واقعہ جسکا ذکر کتابوں میں کیا گیا ہے۔ یاد آتا جاتا تھا، شکار کیلئے حضرت ابراہیمؑ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام انہی میدانوں میں نکلتے ہوں گے، جراہمہ سے ان کے صہری تعلقات، جراہمہ کا دور حکومت، جراہمہ کے بعد عمالقہ کے جبر و زور کے افسانے، اسماعیلی نسل کی ملوکیت، ان کے گزرے ہوئے سلاطین، ان کے خزانے انکی معدنی دولت، ملوک بنی خزاعہ کا مکہ کی حکومت پر استیلا، خزاعی بادشاہوں میں عمرو بن لحی کا عہد اسلامی سے تین ساڑھے تین صدی پہلے مکہ معظمہ میں ان اصنام کو لانا جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ابتداء ان کی عہد نوح میں ہوئی اور بقول سہیلی ہندوستان میں وہی بت اور مورتیاں کسی زمانہ میں پہونچیں سہیلی کے الفاظ ہیں کہ:

وهذه اسماء سريانية وقعت الى الهند فسموا بها اصنامهم التى زعموا انها صور الدرارى السبعة وربما كلمتهم الجن من جوفها ففتنتهم۔ ص ۶۳ ج ۱ – (عہد نوح کے ان ہی بتوں) کے نام ہندوستان تک پہنچے جو سریانی الفاظ ہیں انہوں نے یہی نام اپنے ان بتوں کے رکھ دئے۔ جن کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ سبع سیارات کی مورتیں ہیں۔ ان مورتیوں کے پیٹ میں جن کبھی کبھی داخل ہو کر بولتا ہے۔ اور اسی بات نے ہندوستان کے باشندوں کو فتنے میں ڈال دیا۔

الغرض اپنے وطن ہند اور قدیم عرب کے ان تعلقات کے متعلق میرے پرانے مالی خولیائی خیالات جنمیں ایک خیال وہ بھی ہے جسکا ذکر حافظ ابن قیم جیسے محدث جلیل نے اپنی مشہور کتاب کتاب الروح میں کیا ہے۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ: خير واد فى الارض وادى مكة والوادى الذى بالهند۔ ص ۱۷۱ کرۂ زمین پر سب سے بہتر وادی ایک تو مکہ کی ہے اور دوسری وادی ہندوستان کی ہے ـــــ عرب کے کھلے ہوئے اس میدان میں ذہن کو کھل کھیلنے بلکہ زقندول کے بھرنے کا خوب موقع ملا۔ اسی راستہ سے کتابوں میں لکھا ہے کہ یمن کے حبشی ہاتھی والے جو کعبہ کو گرانے کیلئے آئے تھے یعنی اصحاب فیل بھاگے تھے۔ اور اسی راستہ کی مختلف منزلوں پر جیسا کہ ایام جاہلیت کے شعراء نے ذکر کیا ہے۔ حبشیوں کی لاشیں گل گل کر گرتی چلی جاتی تھیں جن کو پرندوں سے جھڑنے والی کنکریوں نے عصف ماکول (کھایا ہوا بھوسہ) گویا گوبر بنا کر رکھ دیا تھا۔

مولانا محمد تقی امینی
ناظم دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

محبت اور قربانی

یہ خطاب عید الاضحیٰ کے موقع پر یونیورسٹی میں پڑھا گیا

انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفًا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین لا شریک لہ وبذلک امرت و انا اول المسلمین ٥

حضرات! آج ملت ابراہیمی کی عید ہے جس میں اللہ کی محبت کی خاطر ہر چیز کے قربان کرنے کا عہد و بیان ہوتا اور بطور نمونہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یاد تازہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اذ قالوا لقومھم انا برآؤ منکم ومما تعبدون من دون اللہ[1]

تمہارے لیے ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں میں عمدہ نمونہ ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمام ان چیزوں سے برأت ظاہر کرتے ہیں جنکی تم پرستش کرتے ہو۔

غور سے دیکھا جائے تو اسلام کی حقیقت بس یہی دو چیزیں ہیں - (۱) محبت - اور (۲) قربانی

عارفین نے انسانی عظمت و بلندی کا راز صرف اللہ کی محبت میں دیکھا ہے جس کے لیے ہر چیز کی قربانی لازمی ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ فرماتے ہیں۔

موجودات بسیار بودند و مصنوعات بے شمار لیکن

موجودات و مصنوعات بے شمار تھے لیکن کسی مخلوق کے ساتھ

---

[1] الممتحنۃ ع ۱

ہیچ موجودے ایں کار نہ بود کہ بآب و گل۔ چوں رب العزت خواست کہ نقطۂ خاک را لباس وجود پوشانند و بر سریر خلافت بنشانند ملائکہ ملکوت گفتند "اتجعل فیھا من یفسد فیھا" لطف قدیم جواب داد "لیس فی الحب مشورۃ" عشق و تدبیر بہم جمع نشوند، تسبیح و تہلیل شما را چہ خطر اگر قبول ما نبود و ایشاں را گناہ چہ ضرر چوں ساقی لطف قدح اقدح عفو در دست ایشاں نہد .... شما آں بینید کہ سرکار ایشاں با ما است و در معاملت آں نمی بینید کہ سروکار ما با ایشاں در محبت چنانچہ قائلے گفتہ است ؎

واذا الحبیب اتی بذنب واحد
جاءت محاسنہ بالف شفیع[1]

وہ معاملہ نہ تھا جو اس مٹی پانی کے مجموعہ انسان کے ساتھ ہوا، جب اللہ کو منظور ہوا کہ اس خاکی پتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بٹھائے تو ملائکہ نے عرض کیا "آپ زمین میں ایک ایسی مخلوق کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی"۔

"لطف قدیم" نے جواب دیا کہ محبت میں مشورہ نہیں ہوتا اور عشق و تدبیر جمع نہیں ہوتے اگر ہمیں قبول نہ ہو تو تمہاری تسبیح و تہلیل کی کیا قیمت ہے؟ اور اگر ہمارے لطف و عنایت کا ساقی عفو و معافی کا پیمانہ انسانوں کے ہاتھ پر رکھ دے تو ان کو گناہوں سے کیا نقصان ہوگا؟ تم یہ تو دیکھتے ہو کہ معاملات میں وہ ہم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں ہم ان سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

جب محبوب سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی کھڑے کر دیتے ہیں۔

محبت میں بڑے نشیب و فراز، اتار چڑھاؤ اور لیل و نہار ہیں رسول اللہ سے سوال کیا گیا۔

ای الناس اشد بلاء؟ — کن کو زیادہ آزمائش و مصیبت پیش آتی ہے

آپ نے فرمایا:۔

الانبیاء ثم الامثل فالامثل[2] — اللہ کے نبیوں کو پھر ان کو جو فضیلت و بندگی میں ان سے قریب ہوتے ہیں پھر ان کو جو ان سے قریب ہوتے ہیں

کتب عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

---

[1] مکتوب سی و ہشتم [2] ترمذی و مشکوٰۃ باب عیادۃ المریض و ثواب المرض

یہ محبت ہی تھی جس نے ابراہیم علیہ السّلام کو حکم دیا کہ بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دو اور اسمٰعیل علیہ السّلام کو حکم دیا کہ باپ سے یہ کہو

یٰاَبَتِ افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین[1]	اے باپ جس بات کا حکم ہے اس کو کر گزریئے آپ مجھ کو انشاء اللہ صابر پائیں گے

یہ محبت ہی تھی جس نے یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوبؑ سے جدا کیا اور چاہ کنعان میں جھانک دیکھنے کی بھی توفیق نہ دی لیکن پھر جب اسی محبت کی کلی کو ندی تو مصر سے ان کے پیرہن کی بو سونگھ لی۔

ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی	چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہان است	دمے پیدا و دیگر دم نہان است

یہ محبت ہی تھی جس نے حضرت ایوبؑ (جن سے بڑھ کر مشرق میں کوئی مالدار نہ تھا) کے گھر کے سارے اثاثے اور بیٹے بیٹیوں میں کسی کو نہ چھوڑا صرف جسم کی تندرستی باقی رہ گئی تھی، اس میں بھی تلوے سے لیکر سر کی چاندی تک پھوڑے نکل آئے لیکن کیا مجال کہ ان کی زبان ایک لمحہ کے لیے شکوہ و شکایت سے آلودہ ہوئی ہو، صبر و شکر کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں صرف یہ درخواست کی۔

ربّ انی مسّنی الضرّ وانت ارحم الراحمین[2]	اے میرے پروردگار میں دکھ میں پڑ گیا ہوں تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں

اور یہ محبت ہی تھی جس نے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات کہلائے۔

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل[3]	اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں

محبت میں ہر چیز کی قربانی کا مطالبہ ہوتا ہے۔

ترک جان و ترک مال و ترک سر	در طریق عشق اول منزل است

قرآن حکیم میں ہے:

---

[1] الصفت ع ۳ [2] الانبیاء ع ۶ [3] بخاری و مسلم، مشکوٰۃ کتاب الجہاد

قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم وازواجکم وعشیرتکم و اموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہٖ[1]

اے پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ بیٹے بھائی بیویاں تمھاری برادری وکنبہ قبیلہ تمھارا مال جو تم نے جمع کیا تمھاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو تمھارے رہنے کے پسندیدہ مکانات یہ ساری چیزیں تمھیں اللہ سے اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ جو کچھ اللہ کو کرنا ہے وہ تمھارے سامنے آجائے۔

غور سے دیکھیے! زندگی میں الفت ومحبت کے بڑے رشتے یہی ہیں اور اپنی جگہ سب مطلوب و ضروری ہیں لیکن اگر ایمان والی محبت اور ان میں مقابلہ ہو جائے تو پھر مومن وہ ہے جس پر ان میں سے کسی کا جادو نہ چل سکے اور کوئی محبت بھی اتباع و پیروی میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔

محبت میں قربانی کا حال مدینہ کے انصاریوں سے پوچھیے۔ تاریخ اسلام میں جنگ حنین پہلی جنگ ہے جس میں بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا اور انصاریوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ دیا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض نوجوانوں کو کچھ خیال ہوا تو رسول اللہ نے انصاریوں کو جمع کرکے فرمایا

الا ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون بالنبی الی رحالکم

کیا تمھاری خوشی کے لیے یہ بات کافی نہیں کہ لوگ یہاں سے مال غنیمت کے حصے لیکر جائیں اور تم اللہ کے نبیؐ کو اپنے ساتھ لیکر جاؤ۔

یہ سن کر انصار بے اختیار پکار اٹھے:۔

رضینا یا رسول اللہ رضینا یا رسول اللہ[2] اے اللہ کے رسول ہم راضی ہیں اے اللہ کے رسول ہم راضی ہیں۔

قربانی کا حال بدر و احد کے شہداء سے پوچھیے جو اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے باوجود "فزت ورب الکعبۃ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا) کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

سعدؓ بن ربیع سے پوچھیے جو احد کے زخمیوں میں پڑے سانس توڑ رہے تھے پوچھا گیا کوئی وصیت کرنی ہو تو کردو ـــــ جواب دیا کہ اللہ کے رسولؐ کو میرا اسلام پہونچا دینا اور قوم سے کہہ دینا کہ ان کی

---

[1] التوبہ ۲۴ [2] بخاری ومسلم

راہ میں جانیں قربان کرتی رہے۔

عمارہؓ بن زیاد سے پوچھیے جو زخموں سے چور جاں کنی کی حالت میں پڑے تھے۔ اللہ کے رسول ان کے سرہانے پہنچ گئے۔ فرمایا عمارہ کوئی آرزو ہو تو کہو۔ عمارہ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر زیادہ قریب کر لیا اور اپنا سر آپ کے قدموں پہ رکھ کر بزبان حال یہ کہا

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن — بہ رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

زیاد بن سکن سے پوچھیے کہ جیسے ہی اللہ کے رسول نے ان کا سر ہاتھ میں لیا جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے — کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

اور اس "خنساءؓ" نامی عورت سے پوچھیے جس نے جنگ یرموک میں نظروں کے سامنے اپنے تمام لڑکے ایک ایک کر کے کٹوا دیے اور جب آخری لڑکا بھی شہید ہو چکا تو پکار اٹھی۔

الحمد للہ الذی اکرمنی بشہادتھم — اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ان کی شہادت سے عزت بخشی

آج ہماری عید ہم سے محبت و قربانی کا مطالبہ کرتی ہے اور ہم عید کے مالک سے بصد آہ و زاری یہ التجا کرتے ہیں۔

خدارا باب رحمت کھول دے ہاں کھول دے ساقی
کھڑا کھٹکا رہا ہوں میں در میخانہ برسوں سے
صراحی در بغل ساغر بکف مستانہ وار آ جا
لگائے آسرا بیٹھا ہے اک مستانہ برسوں سے
بس اب آ جا بس اب آ جا کرم فرما کرم فرما
صدائیں دے رہا ہے کوئی بیتابانہ برسوں سے

خواجہ مجذوب

سفرِ حج و زیارت کے واردات

ازمولانا قاضی عبد الکریم صاحب کلاچی

★

پچھلے سال سفر مقدس کے دوران کچھ تک بندی ہوگئی تھی۔ کتنا مبارک تھا وہ دن، اور کتنا کیف آور ہے آج اس کا تصوّر، آج انہیں گنگناتا ہوا غم غلط کرتا رہا۔

بدر کی ایمان افروز زمین اور مدینہ منوّرہ زادہا کے درمیان

مدینے کا رستہ پیارا پیارا — شہنشاہِ کونین کے دل کا سہارا
فلک جس کے آگے ہے نیچا زمیں سے — وہ رستہ مدینے کا سب سے دلارا
ملائک ہیں کہتے مبارک ہو تم کو — ندیم آج چمکا ہے تیرا ستارا
حبیبِ خدا کی سلامی حضوری — کہاں سے تو لایا مقدر کا تارا
کہا میں نے میں ہوں گناہ مجسم — خدا یاد بندوں نے بیڑا ہے تارا

ریاض الجنۃ میں روضۂ اقدس پر نظریں جمانا ہوا

زبخت یاور خود بار دارم — کہ دیدہ بر درِ دلدار دارم
گلا ہے بر زبان خویش باشم — کہ بر لبھا سلام یار دارم
جوابش را کہ نتوانم شنیدن — ز دست معصیتہا خوار و زارم
سلامٔ قل چو ربش گفت ظاہر — بدل زیں باورے گلزار دارم

آخری ایام میں بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے

قسم ہے تجھ کو یارب اپنے گھر کی — ندیم خستہ کو اپنا بنا لو
یہ در در ٹھوکریں کھاتا رہا ہے — اسے اب غیر سے یارب چھڑا لو
دعا ہے تجھ سے اب اس روسیاہ کی — اسے محبوبِ حق سے پھر ملا لو

★

الحمد للہ کہ اس کے دوسرے دن حج کے بعد دوبارہ مدینہ طیبہ جانے کی اجازت مل گئی۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطنا وارزقناہ الف الف مرۃ بالایمان والادب۔

دارالعلوم دیوبند کے صدسالہ تاریخی اجلاس

کا

اعلان

ایشیا کی سب سے بڑی آزاد اسلامی تعلیم گاہ کا عظیم اجتماع

ہندوستان اور ہندوستان سے باہر یہ خبر مسرت کیساتھ سنی جائے گی کہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس اسلامی اعلیٰ (مجلس شوریٰ) نے اپنے اجلاس مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۷۰ء میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا سو سالہ اجلاس (دستار بندی) نومبر ۱۹۷۰ء میں منعقد کیا جائے اور اس سلسلہ میں جو تیاریاں ہو رہی ہیں ان کی پوری سرگرمی اور تیزی کے ساتھ تکمیل کی جائے۔

اجلاس کے انعقاد کا یہ پہلا باضابطہ اعلان ہے۔ اجلاس صدسالہ کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا حامد الانصاری غازی صاحب دفتر اہتمام کی رہنمائی اور ہدایات کے مطابق اجلاس صدسالہ کی بنیادی تیاریوں کے سلسلہ میں سرگرمی سے اقدامات کر رہے ہیں۔ امید ہے دارالعلوم کے دس ہزار فضلاء اور برصغیر کے لاکھوں عوام اور دنیا کے تعلیمی اداروں کے سربراہ اور اساتذہ اس عظیم اور نمائندہ اجلاس میں شریک ہوں گے اور مستقبل کے لئے تعلیمی مقاصد کا جائزہ لیں گے۔

تاریخ خداوند عالم کی مرضی کا دوسرا نام ہے اور دارالعلوم دیوبند اس صدی کے مذہبی روحانی بزرگوں کا ایک ایسا تاریخی کارنامہ ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ اس عظیم ادارہ نے اسلامی تعلیم کے عالمی مرکز اور جنگ آزادی کے قلعہ کی حیثیت سے ہندوستان میں اسلامی دنیا اور انسانی برادری کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہ ادارہ ہر خارجی اثر سے آزاد ہے۔ اس کا پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کا بجٹ اللہ کے فضل سے عوام کے ذریعہ اور عوام کے فائدہ کیلئے صرف ہوتا ہے۔ یہاں تعلیم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی ہے اور طالبعلموں کی تمام ضروریات بغیر کسی قیمت کے مہیا کی جاتی ہیں۔ —— امید ہے کہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر ہمارے تمام فضلاء، اساتذہ، اخبار نویس، قومی عمائدین اور ارباب خیر حضرات صدسالہ اجلاس کی تیاری کے سلسلہ میں مکمل تعاون فرمائیں گے۔ ادارہ کیطرف سے اجلاس کی تیاریوں کے سلسلے میں تمام اخباروں کو خبریں مہیا کی جائیں گی اور عوام ان تیاریوں سے باخبر رہیں گے۔ ماہ رمضان المبارک کے بعد جو پروگرام مرتب ہوں گے ان کو فضلائے دیوبند اور عام مسلمانوں کی معلومات کیلئے شائع کر دیا جائے گا۔

(دستخط حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند)

دار العلوم حقانیہ میں

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

کی آخری یادگار تقریر

پچھلے دنوں پاکستان میں ایک ایکی دین و دانش کا ایک آفتاب غروب ہو گیا۔ علم و عمل کی بساط الٹ گئی حدیث و تفسیر کی ایک عظیم مسند خالی ہو گئی۔ رشد و ہدایت کا بہت بلند و بالا مینار گر گیا۔ ادب و تاریخ کا کتب خانہ لٹ گیا، فقہ و معارف کا گنجینہ دفن ہو گیا۔ یعنی مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا انتقال ہو گیا ——— ذیل میں دارالعلوم حقانیہ میں مولانا کی ارشاد فرمودہ آخری یادگار تقریر دی جا رہی ہے۔ جسے راقم السطور عبدالحلیم کلاچوی (استاذ حقانیہ) نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلمبند کیا۔ یہ تقریر مئی ۱۹۷۷ء میں دارالحدیث کے وسیع ہال میں کی گئی تھی۔

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمد عبده ورسوله ارسله بالحق بين يدي الساعة بشيراً ونذيراً صلى الله عليه وعلى آله واصحابه واتباعه وعلماء امته وصالح عباده وبارك وسلم تسليماً كثيراً۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلوٰة ويؤتوا الزكوٰة وذالك دين القيمه۔

محترم بھائیو اور معزز سامعین! مجھ سے پشتو بھولی ہوئی ہے۔ پشتو نہیں آتی اگرچہ اپنی زبان ہے مگر تھوڑی استعمال ہوتی ہے۔ ویسے بھی مقرر اور خطیب نہیں ہوں۔ لیکن جو کچھ آتی تھی وہ بھی بھولی ہوئی ہے۔ بہر حال تقریر کرنے کیلئے نہیں بیٹھا ——— میں اس پہ مامور ہو گیا ہوں۔ اس لئے ایک نکتہ بیان کرتا ہوں۔

تمام اعمال کی بنیاد اخلاص ہے۔ جتنے بھی دین کے کام ہیں یا دین کے نام پہ ہو رہے ہیں۔ اگر ان میں اخلاص اور خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو تو وہ خدا تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ تم جتنی بھی ترقی کر لو جتنے بھی بڑے عالم بن جاؤ جتنے بھی بڑے فاضل بن جاؤ علماء زمان اور علماء دہر بن جاؤ۔ نہایت فصیح و بلیغ خطیب بن جاؤ، اعلیٰ مقرر

بن جاؤ، مصنف بن جاؤ، مفتی بن جاؤ، اگر اس میں اخلاص اور خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو اور مقصود اس میں خدا تعالیٰ کی رضا نہ ہو تو یہ سب کچھ بیکار ہے۔ حق تعالیٰ کے نزدیک وہ چیز کھوٹی ہے جس میں اخلاص نہ ہو مسند احمد ابن ماجہ ابوداؤد کی حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ "وہ علم جس سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر انسان اس سے دنیا کی کوئی متاع حاصل کرے تو جنت کی ہوا اس پر نہ لگے گی۔" اتنی سخت وعید آئی ہے۔

انبیاء کی وراثت | یہ انبیاء کے علوم ہیں۔ یہ مدارس جن میں آپ اور ہم بیٹھے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے اور یہ ارادہ ہے۔ کہ ہم نبوت کے علوم جاری کرتے ہیں۔ ان کی وراثت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ان کے وارث ہم بنتے ہیں۔ اور ہم طلباء اس ارادہ سے آتے ہیں۔ یاد رکھو علوم نبوت کا پہلا قدم بسم اللہ یہ ہے کہ صرف اللہ کی رضا ہو اگر آپ کا ارادہ یہ ہے کہ میں اچھا عالم بن جاؤں، اچھا مصنف، شیخ الحدیث ہو جاؤں، مفتی اور استاد بن جاؤں، اونچی تنخواہ مل جائے تو یہ تمام چیزیں آپ کو پیچھے ڈالنے والی ہیں اور اس میں برکت پیدا نہ ہوگی۔ پھر تو یہ وراثت انبیاء نہ ہوئی بلکہ وراثت دنیا ہوئی۔ آپ سے اور ہم سے تو پھر وہ لوگ مبارک ہیں۔ جو مزدوری کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، دکانداری کرتے ہیں۔ زراعت کرتے ہیں، دنیا کے جو کام ہیں کرتے ہیں۔ اور دنیا سے کماتے ہیں۔ خدا کے نزدیک وہ بہت اچھا ہے۔ جو کسب حلال کرتا ہے۔ نفقہ کے لئے مال کماتا ہے۔ ان طریقوں سے جو اللہ نے کسب مال کے لئے پیدا کئے ہیں جائز قرار دئے ہیں۔ ان طریقوں کو یہ اختیار کرتا ہے۔ یہ شخص نہایت سعید مبارک ہے۔ بہ نسبت اس آدمی کے جو دین کی چیز کو دنیا کا ذریعہ بناتا ہے۔

شقی و بدبخت انسان | ایک بچے کے ہاتھ میں قیمتی یاقوت جوہر زمرد ہے۔ اور اسے پتھر سمجھ کر دوکاندار سے دو پیسوں کی چیز گرٹ چینے لے آئے تو آپ کہیں گے کہ اس نے کتنا ظلم کیا ہے، کیا تکلیف دہ واقعہ ہے کہ گویا لاکھوں کی چیز چند پیسوں پر دیدی۔

قسم ہے اللہ کی ذات کی کہ وہ شخص جو بخاری کی حدیث پڑھاتا ہے، اور قرآن پڑھاتا ہے۔ اور دین کا عالم بنتا ہے۔ اور وہ پھر دنیا کا ارادہ کرتا ہے۔ اس سے نچلے درجہ کا شقی اور بدبخت نہیں ہے۔ یہ اس بچے سے ہزار درجہ زیادہ احمق ہے۔

تصحیح نیت ضروری ہے۔ | اس وجہ سے آپ پہلے اپنی نیت صحیح کر دو۔ مقصد آپ کے علم کا اللہ کی رضا ہے۔ اور اخلاص ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء۔ آپ بالکل ایک طرف حنیف ہیں۔

حنیف کا معنی | حنیف کا معنیٰ ہمارے حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ شیخ فریدالدین عطارؒ جو مولانا روم سے پہلے بہت بڑا بزرگ ولی اللہ گذرا ہے۔ مولانا جامیؒ اس کے حق میں کہتا ہے ۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت　　ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

عطار روح و سنائی دو چشم　　ما پس سنائی و عطار آمدہ ایم

بہرحال شیخ فریدالدین عطارؒ کی ایک کتاب ہے ۔ منطق الطیر عجیب کتاب ہے ۔ اس میں ایک شعر ہے فارسی میں، ہمارے استاد مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ حقیقت میں اس شعر میں ترجمہ حنیف کا ادا ہوا ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔

از یکے گو و از دوئی یکسوئے باش　　یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

از یکے گو و از دوئی یکسوئے باش　　یک دل و یک قبلہ و یک روئے باش

(دوبار شعر حضرت نے پڑھا ہے اس لئے دوبار لکھا گیا ہے ۔)

ظاہر و باطن اللہ کے لئے بنا دو حق تعالیٰ کے تمام انبیاء تمام صالحین عباد تمام مامور ہیں اس پر کہ مخلصین لہ الدین اور اگر اخلاص نہ ہو اور حنیف نہ ہو تو خسر الدنیا والآخرۃ ۔

رضاء الٰہی | اللہ کی رضاء جنت سے بھی اعلیٰ چیز ہے ۔ تمام نعیم جنت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہم اگر یہ کوشش کریں کہ سند جلدی مل جائے اور ہم مولانا بن جائیں ۔ فاضل اکوڑہ خٹک بن جائیں ۔ فاضل حقانیہ بن جائیں بڑی جگہ میں لگ جائیں ، سکول میں کالج میں مدرسہ میں مدرس مفتی ہو جائیں ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون ۔

دین کا دفاع | آپ کا مقصد یہ ہے کہ آپ مجاہد بن جائیں ، سپاہی بن جائیں ، دین کی خدمت کیلئے اور دین کے مورچہ کا دفاع کریں وراثت انبیاء کے آپ محافظ ہیں ، سپاہی ہیں ان کی مال و دولت دین کی جو آتی ہے ۔ اسکی پہرہ داری کرو اگر آپ بھوک سے مر بھی جائیں تب بھی آپ کا فرض ہے کہ اسکی حفاظت کریں ———

نصیحت خاص | اس وجہ سے آپ کو اور ہم کو تمام اساتذہ کو بزرگوں بھائیوں کو یہ نصیحت خاص ہے کہ نیت صحیح کر دو مقصد صرف دین بنا دو اللہ کی رضاء بنا دو ۔ پھر آپ کہیں گے کہ فزت ورب الکعبہ ۔ خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں ۔ اللہ کی رضامندی کا مقصد حاصل ہو گیا تو آپ کامیاب ہو گئے ۔ اس کے بعد اگر اللہ چاہیں گے تو آپ مدرس عالم مولانا محدث مفتی بن جاؤ گے ورنہ کامیاب

تو آپ ہو گئے ہر حال میں۔ اس سے بتایا ہے کہ تم نیت صحیح کریں۔ مقصد مدارس کا یہ تھا کہ ہم وراثت انبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم۔ انبیاء کی جو وراثت ہے وہ علم ہے۔ اس کے محافظ بن جائیں۔ اگر یہ مقام حاصل ہو جائے تو بہت اونچا مقام ہے۔ فرشتے آپ کے قدموں کے نیچے پر بچھائیں گے، ادب واحترام کی وجہ سے، کتنا اونچا مقام ہے ؎

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز   قیمت خود ہر دو عالم گفتہ

دنائت وخساست | کتنی دنائت خساست شقاوت اور کتنی محرومی ہے کہ اتنی اونچی جگہ ملنے کے باوجود ہم پنجاب کی سو دو سو کی نوکری کو ترجیح دیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وجہ سے اوصیکم بتقوی اللہ۔ مقصد یہ ادارہ مدارس عمارات انتظام نہیں ہے بلکہ مقصد اللہ کی رضا ہے۔ ہم ضعفاء ہیں ہم کمزور ہیں۔ ہمارے اکابرؒ نے جو مشقت اور جو تکالیف اٹھائی ہیں ان کے برداشت کی ہم میں طاقت نہیں اس لئے اللہ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمادے آمین ہم آج عہد کرتے ہیں کہ دین کی خدمت کیلئے تیار رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کرنے والوں کے درجات بلند فرمادے۔ آمین۔

دعاء صحت | اللہ تعالیٰ مولانا عبدالحق صاحب کو شفاء کاملہ عطاء فرمادے، دین کی مزید خدمت کی توفیق نصیب کرے۔

ثم اھدنا وسددنا اللھم انفعنا بما علمتنا وعلمنا ما ینفعنا وزدنا علما وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت مولانا لطف اللہ صاحب فاضل دیوبند جہانگیروی

مولانا محمد یوسف بنوری رح

میرا دوست میرا ساتھی

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رح کے ساتھ میری رفاقت ۱۹۲۷ء سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علمی کے زمانہ سے تھی، پھر پشاور میں ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک اور پھر کراچی میں مدرسہ عربیہ کے اجراء سے سات برس تک یہ رفاقت خلوت اور جلوت میں ہر طرح سے ایک دوسرے کیساتھ اخلاص اور یگانگت پر مبنی تھی، میں ان کے حالات مختصراً لکھنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ ان کی زندگی اسقدر وسیع ابواب پر مشتمل ہے۔ کہ اگر تمام حالات لکھوں۔ تو اس کے لئے ضخیم مجلد کی ضرورت ہوگی۔

مولانا مرحوم نسب کے تعلق سے حضرت سید آدم بنوری رح کی اولاد سے تھے، آپ حضرت مجدد الف ثانی رح کے اکبر خلفاء میں سے تھے۔ بنور ریاست پٹیالہ میں سرہند کے پاس ایک قصبے کا نام ہے۔ آپ کے اجداد سلطنت مغلیہ کے زوال کے زمانہ میں سرہند کے علاقہ سے سرحد میں آئے اور صوبہ سرحد کے افغانوں نے بڑی عزت و تکریم کے ساتھ ان کی پذیرائی کی۔ ریاست دیر کے نوابوں کے خاندان کے مورث اعلیٰ بھی اسی خاندان کے مریدان باصفا میں سے تھے۔

بنوری خاندان کے کچھ لوگ پشاور گڑھی میر احمد شاہ اور بھانہ ماڑی میں اور کچھ شہر کوہاٹ میں آباد ہیں۔ گڑھی میر احمد شاہ کے بانی سید میر احمد شاہ پشاور شہر کے مشاہیر میں سے اور اہل صفا میں سے تھے۔ اور یہ پورا محلہ ان کا بسایا ہوا تھا۔

مرحوم مولانا بنوری رح کے والد مولانا سید زکریا بادشاہ صاحب رح صاحب حال بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے تصوف کی منازل جب طے کرنے شروع کئے۔ تو آپ پر ایک دور ایسا آیا کہ ترک دنیا کر کے تمام جائداد فروخت کر دی۔ اور حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی درگاہ پر بغداد چلے گئے اس

حالت میں آپ نے پشاور کے مکانات فروخت کردئے ، نواب طور و محبت خان آپ کے خاندان کا ارادت مند تھا۔ اس نے رشکئی کے پاس کچھ زرعی زمین بطور سیرئی دی تھی ، وہ بھی آپ نے واپس کر دی ۔ مولانا زکریا کی ایک ہمشیرہ محترمہ مریم نام کی تھی ۔ وہ صاحب کرامات ولیہ تھی ۔ مولانا بنوری رح کی والدہ چھوٹی عمر میں انتقال کرگئی تھی ۔ یہ مریم صاحب کرامات تھیں ۔حضرت مریم علیہا السلام کیطرح بے وقت کے میوے ان کے خلوت میں آتے تھے ۔اس نے مولانا یوسف بنوری رح کو بڑی دعائیں دیں انہوں نے ایک کھدر کا تھان خود چرخہ چلاکر وضو کی حالت میں سورۃ یاسین پڑھ کر بنا تھا۔ ارادہ تھا کہ اسے اپنے کفن کے لئے رکھے ۔لیکن جب مولانا زکریا درویشی کے عالم میں چلے گئے تھے ،تو موصوفہ مریم نے عید کے کپڑوں کا جوڑا اسی کھدر سے مولانا محمد یوسف بنوری رح کے لئے بنایا۔

مولانا بنوری رح کے والد سید زکریا کی والدہ محمد زئی درانی شاہی خاندان سے تھیں ۔ اور ان کے خاندان کو جلال آباد کے پاس خوگیانی مقام میں ایک باغ بھی امیر حبیب اللہ نے عطا کیا تھا۔جس میں انہوں نے انار کا باغ لگایا۔ بعد میں مولانا یوسف بنوری رح اسی تعلق سے کابل چھوٹی عمر میں تشریف لے گئے ۔ اور وہاں سے مولانا فضل صمدانی یعنی اپنے ماموں کے ساتھ واپس پشاور آئے ۔لیکن کابل کے تعلق سے آپ کی فارسی تقریباً مادری زبان والوں کی طرح ہوگئی ۔

آپ کے والد بغداد سے واپس آئے اور کچھ عرصہ جنگلوں میں چلہ کشی کرنے لگے ۔پھر زندگی نے پلٹا کھایا ۔ اور آپ نے ریاست بہاولپور میں ٹھیکیداری شروع کردی ۔ اسی اثنا میں مولانا بنوری رح نے پشاور کے بعض علماء سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں ۔لیکن سچی بات یہ ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم کسی باقاعدہ طریقہ پر نہیں ہوئی ۔ صرف اپنی ذہانت سے درس نظامی کی مختلف کتابیں مطالعہ کیں حافظہ اس قدر بلا کا پایا تھا کہ جو چیز بھی کسی عمر میں کسی کتاب میں پڑھی ، وہ آخر تک یاد رہی ۔

آپ کو ہمیشہ یہ شکایت رہی کہ ان کے والد نے ان کی تعلیم کیطرف کوئی توجہ نہیں دی ۔ اس باغ کی حنابندی قدرت نے خود کی ۔ فرمایا کرتے تھے ،کہ میرے والد نے ایک دفعہ مجھ کو ایک درزی کے پاس شاگرد بنا دیا تھا ۔لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا ۔ آپ کے صرف کے پہلے استاد مولانا حافظ عبداللہ ساکن لنڈھی ارباب تھے ۔ جو بعد میں شہید کردئے گئے ۔

بعد میں ایک دفعہ پھر کابل تشریف لیگئے ۔ اور وہاں واپس آکر آپ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لاکر بطور طالب علم داخل ہوگئے ۔ کابل میں آپ اپنے ،ایک استاد مولانا عبدالقدر کا ذکر کرتے تھے ۔جو امیر امان اللہ خان والئی کابل کا بھی استاد تھا۔ آپ نے میر زاہد ملا جلال اور کچھ منطق کی کتابیں ان سے پڑھی

تھیں۔ کابل میں اس زمانہ میں امیر زمان اللہ خان کا ایک وزیر جس کا نام میں بھول گیا ہوں۔ عربی ادب کے ساتھ خاص شغف رکھتے تھے۔ یہ وزیر کوئی الیسا روشن خیال عربی کا ادیب تھا جس نے مصر کے نئے ادیبوں کے طرز نگارش کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اس نے مولانا یوسف کی ذہانت کو دیکھ کر کچھ جدید مصری ادب کی کتابیں مولانا کو عطیہ دیں۔

بندہ دیوبند میں طالب علمی کے زمانہ میں بھی مولوی فاضل کا امتحان پاس کرکے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سے نئی جدید ادب کی کتابوں کا مطالعہ کرچکا تھا۔ اور یہی اشتراک ذہنی ہم دونوں کی دوستی پہ نتیج ہوا۔ دیوبند مسجد کے چھتہ میں ہم دونوں ایک حجرہ میں رہتے تھے۔ مولانا مرحوم میں تواضع اور نفاست آپ کو اپنے ہم عصر طالب علموں سے ممتاز کرتی تھی۔ پھر باوجود عنفوان شباب آپ میں متانت اور وقار اور اس کے ساتھ جوانی میں عفت مجھ کو متاثر کرتی تھیں۔ جوانی کا زمانہ بڑا عجیب ہوتا ہے۔ اچھے بزرگ جو بعد میں قدس اللہ سرہٗ بن جاتے ہیں اور تصوف کے اعلیٰ درجات کو طے کر لیتے ہیں۔ وہ بھی جوانی میں کسی سے کسی طرح تسویل شیطان کے دام میں آ جاتے ہیں۔ لیکن میں نے کبھی ان کی جوانی میں بھی ان کو کسی شہوانی خیال سے متاثر ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ غالباً نظر کی پاکی اس زمانہ میں الیسی موہبت الٰہی ہے۔ جو کم لوگوں کو اس زمانہ میں نصیب ہے۔ آپ نے ایک مصری عورت کا بھی ذکر کیا تھا جسنے آپ کو ورغلانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔

ایک خاص چیز جو ان کو نصیب تھی وہ یہ تھی۔ کہ اس دور میں سرحد میں عموماً علماء کا علم حدیث کے ساتھ تعلق کم ہوتا تھا۔ عموماً علماء وعظ کی کتابیں یا زیادہ سے زیادہ روح البیان وغیرہ کتابوں تک ان کی رسائی ہوتی تھی، لیکن مولانا کے والد سید زکریا بنوریؒ کا عجیب ذوق تھا۔ انہوں نے امام غزالیؒ کی کتابوں کا مطالعہ غور سے کیا تھا۔ اور اسی تعلق سے مولانا یوسف کے ہاں میں نے دیکھا کہ بدایۃ المجتہد اور ابن جوزی کی کتابیں —— ردّ موضوعات میں پہلے سے موجود تھیں۔ مولانا طالب علمی کے زمانہ سے صاحب تحریر تھے۔ آپ کے والد مرحوم نے بھی بہت سے رسالے عربی میں تصنیف کئے تھے۔ جب آپ کا ادبی کتابوں کے ساتھ تعلق ہوا۔ اور مقامات حریری دیوبند میں پڑھ لی۔ تو آپ نے مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ کو ایک خط عربی زبان میں لکھا جس میں مولانا مذکور سے استدعا کی کہ وہ ان کو تلمیذ خاص بنالیں۔ مولانا سید انور شاہ صاحبؒ نے پوچھا کہ آپ نے عربی ادب کہاں تک پڑھا ہے۔ جب آپ نے جواب دیا۔ کہ مقامات حریری تک تو حضرت مرحوم نے فرمایا۔ بس تمہارے لئے اتنا ادب کافی ہے۔

اس زمانہ میں دیوبند میں مضمون نویسی کا بڑا چرچا تھا۔ ایک مدراسی طالب علم غوث محمد ایک عربی قلمی اخبار لکھا کرتا تھا جس میں طلبہ کے عربی مضامین ہوتے تھے۔ میں بھی عربی میں اس اخبار میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ لیکن

مولانا بنوریؒ ان مشاغل سے علیحدہ رہتے تھے۔

ان حالات میں میرا دورۂ حدیث کا سال آگیا اور مولانا بنوری کا مشکوٰۃ جلالین کا سال آگیا۔ میں دورۂ حدیث کے بعد گھر آگیا۔ لیکن میرے آنے کے بعد دیوبند میں گڑبڑ اور بے چینی پھیل گئی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا انورشاہ مہتممین کے خاندان سے طلبہ کی ہمدردی میں ناراض ہوگئے۔ دیوبند میں سٹرائک ہوگئی۔ اور مولانا انورشاہ صاحب نے ایک بات کہی کہ یہ مدرسہ وقف ہے ارث نہیں، اس پر مولانا حبیب الرحمان ان سے ناراض ہوگئے۔ اس پر مولانا شیخ الاسلام مولانا انورشاہ مولانا شبیر احمد مولانا سراج احمد مولانا بدرعالم میرٹھی وغیرہ تمام قابل مدرسین دیوبند سے ناراض ہوکر ڈابھیل تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں مولانا بنوریؒ کو مولانا انورشاہ کے منظورِ نظر ہونے کا درجۂ عالیہ نصیب ہوگیا تھا۔ جو ان کی ترقیات کا اصلی زینہ بنا، ڈابھیل میں آپ نے دورۂ حدیث پڑھا۔ اور نہ صرف مولانا شیخ الاسلام بلکہ مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ پر آپ کے جوہر کھل گئے۔ کہ آپ علمِ حدیث اور علم ادب کے ساتھ تحریرِ عربی میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے ساتھ ذہین طباع۔ نفاست پسند اور اخلاق کریمہ کیساتھ موصوف تھے۔ علمی کمالات کے ساتھ آپ نے شخصیت ایسی پائی تھی۔ کہ اس میں سادات کا جلال افغانوں کی شہامت اور شجاعت اہل ہند کی نفاست پسندی اور اہل گجرات کا وقار پایا جاتا تھا۔ سید سلیمان ندویؒ کے ساتھ ان کی خاص دوستی تھی۔ ان کے خطوط میں جو مولانا مرحوم کے پاس تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ سید سلیمان ندویؒ عربی تحریر کے علاوہ ان کی اردو تحریر کے بڑے قدردان تھے۔

صوبۂ سرحد کی سیاسیات اور مولانا بنوریؒ ان کی سوانح عمری کے ابواب نامکمل رہ جائیں گے۔ اگر ان کی سیاسی زندگی پر روشنی نہ ڈالی جاتی۔ اگرچہ ان کو مجھ سے یہ شکایت تھی، کہ میں ان کو سیاست میں گھسیٹ کر لایا تھا۔ کراچی میں مدرسہ عربیہ کے اجراء کے بعد مجھ کو کہا کرتے تھے۔ کہ تم مجھ کو سیاست میں گھسیٹ کر لے گئے تھے۔ اور میں نے تم کو علمی زندگی کیطرف واپس کر دیا تھا۔ خلاصہ اس باب کا یہ ہے۔ کہ جب مولانا ڈابھیل سے واپس اپنے وطن پشاور تشریف لائے۔ تو مولانا شیخ الاسلام انورشاہ مرحوم سے خاص وراثتِ علمی ہم کو قادیانی فتنہ کی مخالفت ملی تھی۔ مولانا انورشاہ اپنے ہر شاگرد سے یہ توقع رکھتے تھے۔ کہ وہ قادیانی نبوت کے مکائد سے اہل اسلام کو آگاہ کریں۔ پشاور آکر ایک معرکہ جو ہم نے سر کیا تھا۔ اس کا ذکر بھی اس مقام پر مناسب ہوگا۔

پشاور شہر میں قادیانی کافی تعداد میں تھے۔ اور مغرب زدہ لوگ ان کو کم از کم اہل علم اور دانشمند سمجھتے تھے۔ پشاور میں ایک قادیانی مولوی غلام حسن رجسٹرار جس نے ایک تفسیر بھی قرآن کی لکھی ہے۔ ان کا

باقی ص۶۴ پر

حضرت مولانا محمد حسن جان ۔ استاذ حدیث
دار العلوم حقانیہ
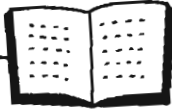
مولانا محمد یوسف بنوری رح کی شرح ترمذی معارف السنن

تبصرۂ کتب

ناشر : ایچ۔ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک۔ کراچی
صفحات ۵۰۷ ، دوسرا ایڈیشن ، قیمت ۴۵ روپے ، عربی ٹائپ مجلد ڈسٹ کور۔

جامع ترمذی شریف کو تمام کتب حدیث اور خصوصاً صحاح ستہ میں اپنی افادیت ، جامعیت اور علوم و مسائل کے اعتبار سے محدثین کرام کے نزدیک فوقیت اور برتری حاصل ہے ۔ عام امتیازی صفات جو بقیہ صحاح ستہ ، بخاری شریف ، مسلم ، ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ میں موجود ہیں ، ان کے علاوہ جامع ترمذی شریف میں ایسی خصوصیات بھی ہیں جو بقیہ صحاح ستہ میں نہیں مثلاً ہر مسئلے میں فقہائے کرام کے مذاہب نقل کرنا ، ہر حدیث پر حکم لگا دینا ، متعلقہ مسئلے میں ذخیرۂ احادیث کی طرف اشارہ کرنا ، راویوں کے نام وغیرہ حالات ذکر کرنا ، ایسی صفات اور خصوصیات ہیں ، جن کے سبب جامع ترمذی شریف مقبول خاص و عام اور علمائے کرام کا مرکز توجہات بن چکی ہے ۔ ان مجموعی فوائد کے اعتبار سے جو بقول امام ابن العربی چودہ علوم ہیں مدارس اسلامیہ میں کافی اہتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے ۔ خود امام ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ اپنی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب حجاز ، عراق اور خراسان کے محدثین اور علمائے کرام کو پیش کر دی ، تو سب بہت خوش ہوئے اور داد و تحسین دینے لگے ۔ اور فرماتے ہیں کہ جس گھر میں یہ کتاب پڑھی جاتی ہو تو گویا کہ ان کے ہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود کلام فرماتے ہیں ۔ کیونکہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زرین کارناموں اور مبارک اقوال ہی کا مجموعہ ہے ۔

اس افادیت اور جامعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ، بلاد اسلام ، اور تقریباً ہر دور میں اس کتاب کی شروح لکھی جا چکی ہیں ۔ مگر ہمارے اس دور اور پاکستان میں جامع ترمذی شریف کی نئی شرح معارف السنن قدیم اور جدید شرحوں میں ممتاز مفید اور جامع ہے ۔ یہ شرح یگانۂ عصر محدث اعظم استاذ العرب والعجم حضرۃ الشیخ السید محمد یوسف البنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ و نور اللہ تعالیٰ مرقدہ وافاض علیٰ ضریحہ شآبیب

مغفرت و کرمہ و احسانہ ۔ کی ہے، جو حال ہی میں راہیٔ دار بقاء اور واصل بحق ہو گئے۔ اور عالمِ اسلام کے لئے دوسری تصانیف و مآثر کے علاوہ یہ عظیم شرح بھی صدقات جاریہ میں چھوڑ گئے۔ اپنے وطن پاکستان کے علاوہ باہر دنیا اور خصوصاً مشرق وسطیٰ میں مرحوم اپنے نام نامی اور علوم و معارف کی بنا پر بہت مشہور ہیں۔ مولانا مرحوم نے یہ شرح بڑی عرق ریزی اور جانفشانی اور ایک طویل مدت میں لکھی ہے۔ جو صرف مناسک حج وعمرہ تک چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ چھ جلدیں مولاناؒ کی حیات میں ان کے اہتمام میں طبع ہو چکی ہیں۔ معارف السنن کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ شرح حضرۃ الشیخ محدث الہند الاکبر مولانا السید محمد انور شاہ الکشمیریؒ شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کے افادات و تقاریر کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔ جو فن حدیث کے امام اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بعد ہندوستان کے سب سے بڑے محدث گذرے ہیں۔

۲۔ تمام سابقہ شروح کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

۳۔ ہر بحث میں متداول کتابوں کے علاوہ نادر کتابوں کے حوالہ جات نقل ہیں۔

۴۔ زیادہ تحقیق کرنے والوں کے لئے ہر مسئلے کی اخیر میں کتابوں کی بڑی فہرست اور ان کے ابواب وصفحات کی وضاحت ہے تاکہ مزید بحث اور تحقیق میں مراجعت کی آسانی رہے اور تخصص کرنے والوں کیلئے مشعلِ راہ ہو۔

۵۔ ہر مذہب کی نقل کیلئے مذہب کی اصل کتابوں سے عبارات نقل کی گئیں ہیں۔ اور صرف دوسروں کی نقل پر اعتماد نہیں کیا گیا ہے۔

۶۔ ہر مسئلے میں اعتدال کی راہ، افراط و تفریط کے درمیان اختیار کیا گیا ہے۔ اور افراط و تفریط کرنے والوں کا علمی اور تحقیقی محاسبہ کیا گیا ہے۔

۷۔ مذہب حنفی کی تحقیق پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، جو کتاب کا طرۂ امتیاز ہے اور احناف پر بڑا احسان ہے۔

۸۔ بعض غیر مقلدین جو تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر مذہب حنفی پر بعض مسائل میں اعتراضات کئے گئے ہیں ان کو مدلل اور منصفانہ اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔

۹۔ علم حدیث کے جو اہم اور مشکل مباحث ہیں ان کی ایسی مفصل تحقیق کی گئی ہے۔ جو کسی دوسری کتاب میں آپ کو ایک ہی جگہ میں نہیں ملے گی۔ مثلاً مطبوعہ شرح میں اصول خمسۂ احناف ——

محو الذنوب بالاعمال۔ مسئلہ طہارۃ المیاہ۔ مشکل مباحث استحاضہ، تیمم،

استقبال القبلۃ، مواقیت الصلوٰۃ، قرأۃ خلف الامام اور رفع الیدین اور مسئلہ دتریہ" تینوں مباحث مستقل رسالے ہیں، زکوٰۃ الزروع، تحقیق اہلہ اور مباحث حج وعمرہ وخصوصاً قران اور ان کے ساتھ حقیقت روح دیگر مسائل متعلقہ فلسفہ جدید وقدیم وغیرہ ایسے مفصل بیان کئے گئے ہیں کہ ہر ایک کو مستقل ایک رسالہ کہا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ حضرۃ الشیخ البنوریؒ چونکہ عربی ادب کے ایک بلند پایہ ادیب تھے اس بنا پر ان تمام مباحث اور پوری شرح کو ایسی اعلیٰ اور معیاری عربی زبان میں لکھ چکے ہیں جو اپنی سلاست، فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ اسلوب اور مؤثر انداز میں بے نظیر ہے، اور عربی ذوق رکھنے والے حضرات ایسی خالص علمی اور تحقیقی کتاب کے مطالعہ سے سیر نہیں ہوتے۔

پیش نظر جلد کتاب کی جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن ہے جسے ایچ سعید کمپنی نے بڑی عرقریزی سے طبع کیا ہے اور اب دوسری مجلدات کی طباعت کا پروگرام ہے۔

کتاب کے معنوی حسن کے ساتھ طباعت کی عمدگی، ٹائپ عربی رسم الخط اور معیاری کاغذ میں منظر عام پر آجانے سے ظاہری حسن میں بھی از حد اضافہ ہوا ہے ؎

زبان ناطقہ در وصف حسن اولال است
چہ جائے کلک بریدہ زبان بیہودہ گو است

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس عظیم شرح کو قبول فرما کر مسلمانوں کے لئے ذریعہ رشد و ہدایت اور مؤلفؒ کے لئے باقیات صالحات اور ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین۔

بقیہ: مولانا بنوریؒ

وکلاء کے طبقہ پر خاص اثر تھا۔ عبدالرب نشتر مرحوم اور مسٹر پیر بخش وکیل دونوں ان کے درس قرآن میں حاضر ہوتے تھے۔ اس زمانہ میں موجودہ خان عبدالقیوم خان کا سوائے اہل مجبور کے اور کوئی ہم نشین نہ تھا۔ اور نہ دین کے ساتھ ان کا کوئی تعلق تھا۔ لیکن پیر بخش اور عبدالرب نشتر دونوں اسلامیات کا مطالعہ رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں پروفیسر تمیور اسلامیہ کالج کا وائس پرنسپل تھا۔ یہ قادیانی تھا اور مرزا بشیر محمود کا رشتہ دار۔ ان وجوہات سے پشاور شہر میں قادیانیوں کا خاص اثر بڑھ گیا تھا۔ ان حالات میں ہم نے جمعیت علماء سرحد کی تشکیل مولانا یوسف مرحوم کے ماموں مولانا فضل حمدانی کے اشارہ پر کی۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی جمعیت علماء صدر اور مولانا فضل حمدانی اس کے ناظم تھے۔　　(باقی آئندہ)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

آدم جی کے نفیس پارچہ جات اپنی خوبیوں کی بدولت ساری دنیا میں پسند کیئے جاتے ہیں۔
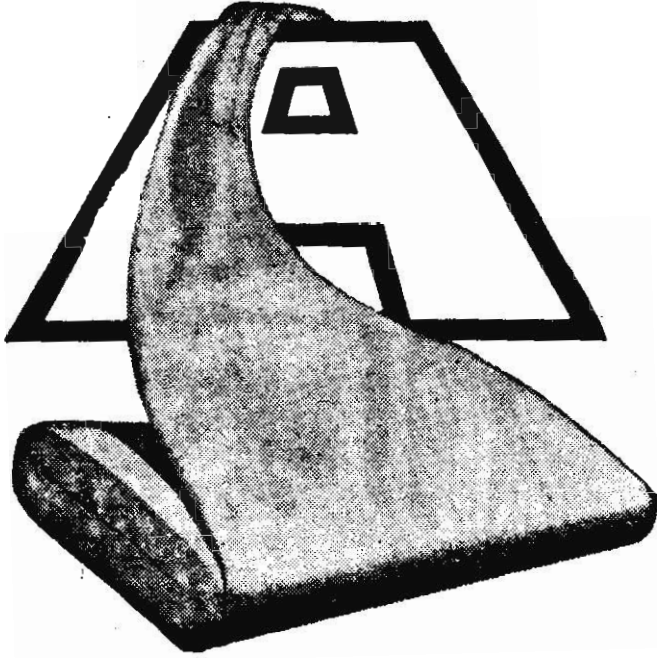
عمدہ قسم کی روئی سے تیار کردہ آدم جی کے پارچہ جات اپنی معیاری خصوصیات کی وجہ سے ساری دنیا میں مقبول ہیں۔

آرام دہ، دیرپا، اور خوشنما کپڑوں کے لئے آدم جی کا نام ہی کافی ہے۔

ACM-1-68.R